حدیث

محمد اظہر مدنی

قرآن کا معجزہ

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: مامن الانبیاء من نبی الا قد اعطی من الآیات ما مثله امن علیه البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحی الله الی، فأرجو ان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامة" (متفق علیہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ہر نبی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے معجزے دیئے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ قرآن ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ تابعدار میرے ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورہ اسراء ۸۸)

''کہہ دیجئے اگر تمام انسان اور کل انسان مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اعجاز کے بارے میں فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورہ بقرہ:۲۳) ''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر کوئی شک ہو تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے نبی کی رسالت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جو لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں وہ اس نبی اور قرآن کے بارے میں تذبذب میں ہیں تو وہ اس طرح کی ایک سورۃ ہی بنا کر پیش کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اس طرح کا کلام پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہیں اس نبی پر ایمان لے آنا چاہئے تاکہ ان کی دنیا وآخرت سنور جائے۔

لبید بن ربیعہ اپنی عربی دانی اور لسانی قوت کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے قرآن کے چیلنج کو قبول کرنے کے لئے خانہ کعبہ کی دیوار پر اپنی ایک نظم آویزاں کروادی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میرے پاس فصاحت وبلاغت کی اعلیٰ قسم کی تعبیر موجود ہے۔ اس کے بعد لبید بن ربیعہ کی نظم کے بغل میں قرآن کی آیتوں کو آویزاں کر دیا گیا۔ عربی زبان کے اس بادشاہ نے جب قرآن کی ان آویزاں آیتوں کو پڑھا تو ان کے منہ سے یہ جملہ وارد ہوا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ میں اس قرآن پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ قرآن کا کتنا بڑا اعجاز ہے کہ اس کے نزول کے وقت سے اب تک اس میں کسی طرح کی واقع نہیں ہوئی ہے نہ معنی کے اعتبار سے نہ الفاظ کے اعتبار سے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے اس کلام کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (سورہ الحجر:۹) ''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسی کے محافظ ہیں۔''

قرآن سے قبل آسمانی کتابوں کا جو حشر ہوا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس میں لفظی ومعنوی دونوں اعتبار سے تبدیلی کی گئی جس کی وجہ سے ان کتابوں کی معنویت ختم ہو کر رہ گئی۔ لیکن قرآن کو ہی یہ اعجاز اور معجزہ حاصل ہے کہ یہ کتاب کسی بھی طرح کی تحریف وتغیر سے بالکل محفوظ ہے اور کتاب وسنت کے علمبردار واہل حق نے اس کے تحفظ کے لئے ہر ممکن سعی کی ہے۔

قرآن کے معجزہ ہونے میں اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے آج سے پندرہ سو سال پہلے جو پیشین گوئیاں کی تھیں وہ ایک ایک کر کے حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہی ہیں اور اس کے مثل کوئی آج تک ایک آیت بھی نہیں پیش کر سکا یہ بھی قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شکل میں ہمیں جو معجزہ دیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس کے معجزہ ہونے کو عملی طور پر بھی ثابت کریں یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس قوم کے پاس قرآن جیسا معجزہ ہے آج وہ اس سے اتنی غافل ہو چکی ہے کہ اس پر ایمان لانے والوں کو تلاوت اور اس کو سمجھنے کا بھی موقع نہیں ملتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟

آج امت عالمی سطح پر تاریخ کے جن تاریک ترین اور صبر آزما حالات سے گزر رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں رہ گئے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود افراد امت کے اندر ادنیٰ حس ہے نہ حرکت ہے، نہ پالیسی ہے نہ پروگرام ہے۔ وہ جمود وتعطل کی علامت اور استعارہ بن کر رہ گئی ہے۔ اگر کہیں تھوڑی بہت حرکت ہے بھی تو اس کی حیثیت بھی ایک بھیڑ چال کی ہے جو غیر شعوری طور پر پر خطر راہ کی نشیب وفراز وپلاننگ کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ رہی ہے اور ان کی زندگی کا کل سرمایہ احساس ''پدرم سلطان بود'' کے سوا کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ حالانکہ اب اس امت کو اپنے آباواجداد سے کوئی نسبت باقی ہی نہیں رہ گئی ہے۔ کیوں کہ ان کے آباء واجداد سیارہ صفت جاہد وساعی رہتے تھے اور یہ امت ثابت وجامد محض بن کر رہ گئی ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں اہل ایمان تھے جو جہاں میں صورت خورشید ادھر ڈوبتے اور ادھر نکلتے تھے اور یہ عین جمود ورکود اور سراپا قعود و ثبوت، وہ پیہم رواں دواں اور یہ جامد وعاجز، وہ متحرک ونشیط اور یہ انتہائی سست و کسلمند، وہ ہمہ تن تازہ دم اور یہ ہر وقت تھکا ماندہ، وہ چست و چالاک اور یہ پست وپریشان، اس کی سوچ بیحد محدود اور سطحی اور ان کی نگہ بلند، ذہن آفاقی، فکر وخیال ہمالیائی، وہ منصف اور یہ چند آپسی معاملات بلکہ بات بات میں الجھتے رہنے والے، ان کے اندر جینے کا حوصلہ اور فاتح عالم بننے کا عزم اور اس کے اندر اپنی بقا کی بھیک بھی مانگنے کا سلیقہ وطریقہ اور سکت نہیں۔ سچ کہا ہے:

تمہیں آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

دیکھو! وہ اسباب ووسائل دنیا سے بالکل عاری تھے۔ نان شبینہ کے محتاج تھے۔ لقمہ صباحی میسر نہ تھا۔ وہ باوجود فاقہ مستی اور شدت بھوک وپیاس کے خوش عیشی ومرفہ الحالی کے خواہاں بھی نہ تھے۔ قوت لایموت اور جس سے کمر سیدھی ہوجائے اسے نعمت عظمی مانتے تھے، شکر بجالاتے تھے اور اس پر بھی لرزاں و ترساں رہتے کہ اس کا بھی جواب وحساب دینا ہوگا کہ '' ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
گھروں کی اصلاح۔قرآن وحدیث کی روشنی میں	۶
عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین	۱۱
حجرہ نبوی تاریخ کے تناظر میں	۱۶
ہجرت اور سنہ ہجری کا آغاز	۱۹
اللہ تعالیٰ نے تاکیداً اطاعت رسول کا حکم فرمایا	۲۲
ماہ صفر سے متعلق ۱۵/مفید نکات	۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱
چودھواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

النَّعِيمِ ‘‘۔(التکاثر:۸)’’پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا‘‘۔

ان کو جو کچھ آذوقہ و چند لقمات مل جاتے وہ اس کو اللہ تعالیٰ منعم حقیقی کا جود وکرم اور فضل وانعام سمجھتے تھے اور اس کی اطاعت وبندگی،اس کے دین کی سربلندی اور اس کے بندوں اور مخلوق کی حاجت براری اور خدمتگاری میں لگے رہتے تھے۔ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تھا اور اسی کے لیے خاص تھا اور اس کی راہ میں اس کی رضا کے لیے اور اس کے پسندیدہ دین کی سربلندی کے لیے سب کچھ قربان کردینے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے رہتے تھے۔ان کی نگاہ میں جان ومال،منصب وجاہ ایک عارضی شئی تھی جو بطور امانت وضرورت حقداروں اور حاجتمندوں میں صرف کرنے کے لیے ان کے پاس ودیعت رکھی ہوئی تھی اور ان کو اس کے ذمہ دار اور اس کے خدمتگار کے طور پر مکلّف کیا گیا تھا کہ اس کو اس کے وقت پر اس کے حقیقی مالک کے سپرد کردو اور وہ بے جھجھک،ادنی تامل وتذبذب اور توقف وتاسف کے ہمہ طور پر راضی برضا جان ومال نچھاور کردیتے تھے اور

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کا احساس ان کی زبان قال وحال سے صاف صاف عیاں تھا۔گویا اس میں ان کے اپنے نفس کا کوئی حصہ نہ تھا۔اور یہی وہ مخصوص مقام حضرت انسان خاکی ہے جو بسا اوقات اسے تمام مخلوقات سے بہتر اور بلند کردیتا ہے۔تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے آبا واجداد اور اسلاف اعلام اپنی تمام تر قربانیوں اور طاقتوں کے ساتھ جی جان سے تعمیل حکم الٰہی وفرمان نبوی میں لگے رہتے تھے۔اور اس سب میں سب سے اونچے مقام پر انبیاء کرام علیہم السلام فائز تھے اور ان میں نبی آخر الزماں وساری انسانیت کے لیے آخری اسوہ ونمونہ محمد ﷺ تھے۔دشمنی وعداوت کے سائے میں زندگی گزاری اور خواہشات نفسانی اور جاہلیت اولی کے حیوانی وہیجانی حالات میں بھی ایک لمحے کے لیے اس کی طرف ایک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی۔اور رب کی رضا،اس کے دین کی سربندی وسرفرازی اور اس کے بندوں کی آزادی کے لیے پوری عمر کھپادی اور ہر طرح کے قید وبند،بیڑیوں اور اغلال وسلاسل سے ان کو آزاد کردیا۔فکر وغم کا عالم یہ تھا کہ رات ودن میں کوئی تمیز نہیں اور دائم الفکر اور ہمیشہ غم وآلام میں مبتلا کہ امت اور انسانیت کا بھلا کیسے ہو؟تم جانتے ہو اس کے باوجود بھی مطالبات تھے’’يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ‘‘(المزمل:۱۔۲)’’اے کپڑے میں لپٹنے والے۔رات(کے وقت نماز)میں کھڑے ہوجاؤ مگر کم‘‘۔’’يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ‘‘(المدثر:۱۔۴)’’اے کپڑا اوڑھنے والے۔کھڑا ہوجا اور آگاہ کردے اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کر۔اپنے کپڑے کو پاک رکھا کر‘‘۔وہ جس کی نمازوں،عبادتوں اور قربانیوں پر ساری قربانیاں اور نمازیں تھیں۔اس کو مزید حکم ہوتا ہے۔’’اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ‘‘(الاسراء:۷۸)’’نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی،یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے‘‘۔’’وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ‘‘(ھود:۱۱۴)’’دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی،یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لیے‘‘۔

ان ارشادات عالیہ وربانیہ کے ذریعہ کائنات کے سب سے بڑے ولی کو حکم ہوتا ہے کہ راتوں کو بھی جاگنا ہے،تہجد بھی پڑھنی ہے۔دنوں میں بھاگنا اور بھاگتے رہنا ہے،بار بار نمازیں فجر،ظہر،عصر،مغرب،عشاء تمام شروط وارکان واوصاف کے ساتھ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ رات میں بھی عبادت میں مشغول رہنا ہے۔

آپ ﷺ یونہی’’وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ‘‘ ’’اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کردیا‘‘اور’’اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا. لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا. وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا‘‘(الفتح:۱۔۳)’’بے شک(اے نبی)ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ معاف فرمائے،اور تجھ پر اپنا احسان پورا کردے اور تجھے سیدھی راہ چلائے اور آپ کو ایک زبردست مدد دے‘‘کے مقام بلند اور مژدۂ جانفزا سے سرفراز نہیں کئے گئے بلکہ آپ اس سے پہلے پائے مبارک کو عبادت نیم

شمی وسحر گاہی میں ورم آلود کر کے عبد شکور بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یونہی منصب امامت پر فائز نہیں کیا بلکہ انہوں نے اللہ کے عائد کردہ اوامر ونواہی کی پابندی کی ''وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا '' (البقرہ:۱۲۴) ''جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا'' اور یہی کام آج افراد امت سے عنقا ہے۔ نہ عبادت ہے، نہ ریاضت ہے، نہ آہ سحر گاہی ہے۔ نہ تلاوت قرآنی وحلاوت ایمانی ہے، نہ خدمت خلق کا جذبہ فراواں ہے نہ انسانیت کی بھلائی کا شوق جنوں ہے۔ نہ صلہ رحمی ہے، نہ پڑوسیوں کی پرواہ ہے، نہ حقوق العباد کی بجا آوری ہے۔ البتہ کفران وعصیان کا طوفان برپا ہے۔ بے عملی وجمود اپنے عروج پر ہے اور اس امت کا نوجوان بوڑھا 'کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا' کی عملی تفسیر بنا پھر رہا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہ ''متی نصر اللہ'' کی گہار لگا رہا ہے۔ جو کہ ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

ذرا اپنے اسلاف کرام اور قرن اول کے مسلمانوں پر نظر ڈالئے کہ انہوں نے نہ صرف علوم دینیہ وشرعیہ مثلاً علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم الفقہ، علوم التمدن، علوم منطق وفلسفہ اور علوم الادب والسنہ وغیرہ ایجاد کئے اور ان کو بام عروج تک پہنچایا بلکہ سائنس وٹکنالوجی اور طب وہندسہ میں بھی کمال حاصل کیا اور اپنے دم قدم سے ان کی آبیاری کی اور اس سب کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں، راحت وآرام کو تج دیا، بال بچوں کی پرواہ نہیں کی، وہ ایسے ہی فاتح عالم نہیں کہلائے۔ انہوں نے اپنے زور بازو سے ہی ممالک وبلدان اور ان کی وسیع وعریض اراضی فتح نہیں کیں بلکہ انہوں نے اپنے اعلیٰ اخلاق وصالح اعمال کے تیغ جگر دار سے اقوام کے دلوں کو بھی فتح کر لیا اور حقیقت یہی ہے کہ

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

بھائیو! یہ سب کوئی آسان کام نہیں تھا۔ دنیا نے ممالک وبلدان طشت میں سجا کر ان کو پیش نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ یہ سارے روشن کارنامے نامساعد حالات اور ناگفتہ بہ اوقات میں انجام پائے تھے، خون صد ہزار انجمن کے بعد ہی پیغام انسانیت کی سحر فروزاں نمودار ہوئی تھی۔ حالات آج سے بھی زیادہ ایمان وحوصلہ شکن اور صبر آزما تھے۔ ''وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا '' (الاحزاب:۱۰) ''اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' سیرت نبوی اور تاریخ اسلام میں جس کی داستان خونچکاں بکھری پڑی ہے۔

اس لئے موجودہ حالات میں ایمان باللہ کا تقاضہ اور باعزت و پر امن زندگی کا راز یہ ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے کہ اپنے اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ کے ذریعہ فاشسٹ طاقتوں سماج دشمن عناصر کے سامنے ڈٹ جایئے۔ اپنے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں میں ثبات اور وجود میں استقامت پیدا کیجئے۔ اپنے ہم وطن بھائیوں کے درمیان اپنے تئیں اعتماد کی فضا قائم کیجئے۔ ان کو اصلا ایک آدم کی اولاد اور اپنا بھائی سمجھئے۔ ان کے دکھ درد میں کام آیئے۔ پیکر عمل بن کر غیب کی صدا بن جایئے اور اپنے اعمال واخلاق کی حدت سے نفرت وعداوت کے خارزاروں کو نرم وملائم کر دیجئے۔ انسانیت کی بھلائی کے کاموں میں جٹ جایئے۔ حرکت ونشاط کی عملی تصویر بن جایئے۔ حالات کی نامساعدگی کا رونا تا کجے اور اغیار کے تعصب ونفرت آمیز رویے کا شکوہ تا چند؟ سنگریزوں کے درمیان سے ہی راہ نکالنے کی کوشش کیجئے۔ کیا نہیں جانتے کہ ناامیدی کی کوکھ سے ہی امید کی صبح فروزاں نمودار ہوتی ہے۔ ''فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا'' (الروم:۵۰) ''پس آپ رحمت الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ اسے زندہ کر دیتا ہے''۔

جاہلیت اولیٰ کی شب دیجور میں زندگی گزارنے والے کیسے ہر میدان کو روشن کر گئے، جہالت کا کیسے قلع قمع کیا اور معلم اخلاق وایمان بن گئے، علم وہنر کی دنیا میں اس قدر ترقی کی کہ اس کی مثال نہیں ملتی، اقوام عالم کی سرزمین کو فتح کرنے کے ساتھ ان کے دلوں کو فتح کر کے اللہ والا بنا دیا اور ''پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے'' کے علاوہ پوری دنیا میں ان کے مفتوحہ ممالک وبلدان کا جائزہ لو تو ہر خطہ ارضی گواہی دے کہ وہاں اسلام اور مسلمان کا گہوارہ اور قلعہ ان کے اخلاق وکردار کی بدولت بھی تعمیر ہوا اور پائیدار ہوا۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

گھروں کی اصلاح-قرآن وحدیث کی روشنی میں

گھر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (النحل:۸۰) ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گھر لوگوں کے رہنے کی جگہ ہے جس میں وہ پناہ گزیں ہوتے ہیں، لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اور ہر قسم کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ گھر سونے، آرام کرنے، تنہائی میں رہنے، صحبت کرنے اور بال بچوں کے ساتھ اکٹھا رہنے اور عورت کے لیے پردہ میں رہنے کی جگہ ہے۔

گھر کی اصلاح کا اہتمام درج ذیل امور کے پیش نظر لازمی وضروری ہے:

۱۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے گھر کی اصلاح ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:۶) ترجمہ: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔''

۲۔ گھر کی اصلاح بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں باز پرس ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔ اس نے اس کی حفاظت کی یا ضائع کردیا، یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ (نسائی، ابن حبان)

۳۔ اس لیے بھی گھر کی اصلاح ضروری ہے کہ گھر نفس کی حفاظت اور فتنوں سے سلامتی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فتنوں کے زمانے میں انسان کی سلامتی اس میں ہے کہ وہ اپنے گھر کو لازم پکڑے رہے۔ (کنز العمال)

نیز فرمایا: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا، گھر میں ٹکا رہا اور اپنی غلطی پر رویا۔ (طبرانی اوسط) اس کے باوجود ہمیں اس کی اہمیت کا احساس نہیں اور اپنے اندر بے شمار کمیوں وکوتاہیوں کو پالے ہوئے ہیں۔

گھروں کی اصلاح کے وسائل وذرائع کی نشان دہی اور اس سے متعلق چند نصیحتیں:

۱۔ نیک بیوی کا انتخاب، جیسا کہ حدیث شریف میں دیندار عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: دیندار عورت سے شادی کرکے کامیابی حاصل کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (بخاری ومسلم)

ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور ایمان والی بیوی رکھے جو اس کی آخرت کے کاموں میں مدد کرے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: آدمی کی یہ نیک بختی ہے کہ اسے نیک بیوی مل جائے، جسے دیکھے تو خوش کردے، گھر سے غیر حاضر رہے تو جان ومال مامون رہیں۔ اسی طرح آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ ایسی عورت مل جائے جسے دیکھے تو برا لگے، اس کی زبان تمہارے لیے بوجھ بن جائے اور گھر سے غیر حاضر ہو جاؤ تو اس پر اور مال پر اطمینان نہ رہے۔ (ابن حبان، حاکم)

تو اس طرح نیک مرد اور نیک عورت مل کر ایک اچھے اور پر سکون گھر کی بنیاد ڈالتے ہیں جو سعادت مندیوں ونیک بختیوں کا گہوارہ بن جاتا ہے، مسرت وخوشی ہر طرف اپنا ڈیرا ڈالے رہتی ہے اور انسان کو دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے شادکام ہونے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کسی کمزور ایمان والی عورت کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھ جائے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کی عبادت کے طور طریقوں کو درست کیا جائے۔ واجبات ونوافل، ذکر واذکار اور نیک اعمال کی ترغیب دی جائے مطالعہ کے لیے علمی کتابیں اور دینی آڈیو، ویڈیو مواد فراہم کیا جائے۔

۲۔ گھر والوں کی ایمانی تربیت پر توجہ دی جائے۔ یعنی گھر کا ماحول ایسا بنایا جائے کہ اس میں ذکر واذکار، تلاوت قرآن کریم، نمازوں کی ادائیگی اور روزوں اور صدقات وخیرات کا اہتمام کیا جائے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو گھر والوں کے لیے اچھا نمونہ بن کر دکھائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔ اپنی بیوی کو جگائے تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ اگر نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (احمد، ابوداود)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بے شک جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ (مسلم)

۳۔ گھر والوں کو دینی امور سکھانے پر توجہ دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:۶) ترجمہ: ''اپنے

آپ کواور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔‘‘

اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے قریبی گھر والوں کو وہ باتیں بتائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور جن سے منع فرمایا ہے۔‘‘ لہٰذا ضروری ہے کہ گھر والوں کو دین کی باتیں سکھانے کے لیے ایک یا ایک سے زائد دن خاص کیے جائیں۔ اہل علم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کر کے بڑوں، چھوٹوں مردوں اور عورتوں کے لیے شرعی کتابوں اور دینی مراجع پر مشتمل گھر میں ایک لائبریری بنائی جائے۔ اس سے گھر کا ماحول بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔ اہل علم وتجربہ کار لوگوں کے مشورے سے بچوں اور عورتوں وغیرہ کے لیے علمی دروس اور قرآن کریم کی آڈیو لائبریری سے بھی گھر والوں کی دینی تعلیم کا موقع ملے گا۔

۴۔ گھروں سے متعلق شرعی احکام سکھانا یعنی:

(الف) گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا اور سلام کرنا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (النور:۲۷) ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو یہی تمہارے لیے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔‘‘

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اگر تین بار اجازت طلب کرنے کے باوجود (داخل ہونے کی) اجازت نہ ملے تو لوٹ جائے۔ (بخاری ومسلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (النور:۵۸) ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بچوں اور خادموں کو ماں باپ کے کمرے میں بغیر اجازت عام سونے کے اوقات میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

(ب) دوسروں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جو شخص لوگوں کے گھر میں بغیر اجازت جھانکے تو اس کی آنکھ پھوڑ دو۔ اس پر نہ تو کوئی دیت ہے اور نہ قصاص۔ (مسند احمد)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایسے شخص کی آنکھ پھوڑ دینا جائز ہے۔ (مسلم)

(ج) جب کبھی آدمی اپنے گھر میں جماعت سے نماز ادا کرے تو اور کوئی اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے۔ اسی طرح مہمان اس کے گھر میں کہیں بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کی حدود اقتدار واختیار میں اس کی اجازت کے بغیر امامت نہیں کرائی جاسکتی، اور نہ ہی کسی شخص کے گھر میں اس کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھا جاسکتا ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداود، احمد)

(د) نفل نماز کسی بھی جگہ کے مقابلے میں گھر میں افضل ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: فرض نماز کے سوا انسان کی سب سے بہتر نماز اس کے گھر میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

(ھ) نافرمان بیوی سے گھر میں یا گھر سے باہر مصلحتاً گفتگو نہ کرنے کا جواز۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (النساء:۳۴) ترجمہ: ’’اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو۔‘‘ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو ان کے حجروں میں چھوڑ دیا تھا اور آپ نے اپنے گھروں سے باہر بالا خانے میں علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ (بخاری)

(و) گھر کی بلیاں جب برتن سے کھا پی لیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی گھر والوں میں سے ہی ہے کیونکہ وہ تمہارے درمیان گھومتی پھرتی رہتی ہے۔ (ابوداود، احمد)

(ز) گھروں کے احکام میں، گھر کے رازوں کی حفاظت خاص طور پر لطف اندوزی، ازدواجی اختلافات اور گھر والوں کی خصوصیات سے متعلق راز سب شامل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بدترین لوگوں میں سے ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس خلوت میں جاتا ہے اور وہ اس کے پاس خلوت میں آتی ہے، پھر وہ (آدمی) اس کا راز افشا کر دیتا ہے۔ (مسلم)

ازدواجی اختلافات کو اعزہ واقارب اور پڑسیوں کو بتانے سے اختلافات مزید بڑھتے ہیں اور کبھی کبھی تو طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے۔

(ح) عورت ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دے جسے اس کا شوہر ناپسند کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ایسے لوگوں کو نہ روندنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ انہیں گھروں میں آنے کی اجازت دیں۔ (ترمذی)

(۵) گھر والوں کے حالات پر نظر:

بے راہ روی روکنے کی غرض سے سونے اور کھانے کے اوقات کو منظم کرنے میں دانائی سے کام لینا۔

گھر والوں کو قرآن کریم کی تلاوت، عقیدے سے متعلق مسائل، اسلامی آداب

اور ذکر واذکار نیز سنتوں کی تعلیم دینا۔

بچوں کے لیے فائدہ مند اور اطمینان بخش کھیلوں کا اہتمام کرنا اور شریعت کے خلاف کھیلوں جیسے بت، آلات موسیقی ،صلیب، نرد اسی طرح بعض کمپیوٹر کے کھیلوں سے احتراز کرنا۔

بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی مزاق کرنا اوران پر توجہ دینا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے زبان باہر نکالتے، بچہ آپ کی زبان کی سرخی دیکھتا تو پکڑنے کے لیے لپکتا۔ (شرح السنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ نرم گفتگو فرماتے ،اپنے نواسوں کو بوسہ دیتے اوران کے ساتھ کھیلتے۔

بچوں خاص طور پر بلوغت کے مرحلے میں قدم رکھنے والے بچے اور بچیوں کی نگرانی کرنا۔لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس سے ان کا اعتماد ختم نہ ہوجائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہر نگہبان وذمہ دار سے اس کی رعایا اور ماتحتوں کے بارے میں باز پرس کرے گا کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کردیا۔ یہاں تک کہ اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ (نسائی)

گھر کے سرپرست وذمہ دار کو درج ذیل سوالوں کا جواب دینا اوران پر سنجیدگی سے غور کرنا نہایت ضروری ہے:

۱۔اس کے بچوں اور بچیوں کے دوست وسہیلیاں کون ہیں؟

۲۔آپ کا بیٹا کہاں اور کس کے ساتھ جارہا ہے، اسی طرح آپ کی بیٹی کہاں اور کس کے ساتھ جارہی ہے؟

۳۔گھر کے باہر سے بچے کون سی چیزیں گھر لے کر آتے ہیں؟

۴۔ان کے کمروں اور بیگوں میں کیا ہے؟

گھر والوں کی گھر کے کاموں میں مدد کرنا۔

صحیح بخاری میں حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کام کاج یعنی اپنے گھر والیوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو (سارا کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے چلے جاتے۔ (بخاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے یہ بھی فرمایا کہ آپ اپنا کپڑا سی لیتے ،اپنی جوتی گانٹھ لیتے اور مرد جو بھی گھر میں کرتے ہیں آپ بھی کرتے۔ (مسند احمد) ایک روایت میں ہے کہ آپ انسانوں میں سے ہی ایک انسان تھے اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکال لیتے ،اپنی بکری کا دودھ دوہ دیتے اوراپنے کام کر لیتے۔ (مسند احمد)

گھر کے اندر ہونے والے نازیبا کاموں کا اصلاح کی غرض سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چل جاتا کہ آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے کوئی جھوٹ بولا ہے تو اس برابر منہ پھیرے رہتے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیتا۔ (مسند احمد) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوڑے کو وہاں لٹکاؤ جہاں گھر والوں کی اس پر نظر پڑتی رہے کیونکہ اس طرح وہ ان کے لیے ادب کا ذریعہ بنا رہے گا۔ (طبرانی)

غیر محرم قرابت داروں کو گھر میں عورتوں کے پاس داخل ہونے سے احتراز کرنا چاہیے۔ جیسے دیور، چچازاد ، پھوپی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی کے علاوہ دیگر غیر محرم افراد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو عورتوں کے پاس جانے سے بچاؤ۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! حمو (دیور) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تو موت ہے۔ (بخاری ومسلم) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد حمو سے باپوں اور بیٹوں کے علاوہ جو بھی شوہر کے قرابتدار ہیں سب مراد ہیں۔ (فتح الباری)

۶۔گھریلو ڈرائیوروں اور نوکرانیوں سے چوکنا رہنا چاہیے۔گھر کے مردوں کے لیے خادمائیں، اسی طرح گھر کی عورتوں کے لیے ڈرائیور ودیگر نوکر چاکر فتنہ ہیں۔ان سے چوری، زنا، جادو اور تنہائی کے باعث گھر والوں کو نقصان پہنچتا ہے۔اسی طرح ان کے ذریعہ گھر والوں میں کفریہ عقائد سرایت کرنے لگتے ہیں۔

۷۔ہجڑوں اور عورتوں کی عادات اختیار کرنے والے مردوں کو اگر گھر میں ہوں تو نکال باہر کرو۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب ہی باندھا ہے: زنانوں اور ہیجڑوں جو عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرتے ہیں گھروں سے نکالنے کا باب۔اوراس کے ذیل میں ابن عباسؓ سے مروی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں پر اور مردوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں ہیجڑے کو نکالا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلانی ہیجڑی کو نکالا تھا۔ (فتح الباری)

مسند احمد میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں سے ہیجڑوں کو نکال دو۔ (مسند احمد، طبرانی)

سنن ابوداود میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہجڑا لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگا رکھی تھی۔ آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ عورتوں جیسا بنتا ہے۔تو آپ نے اسے نقیع (مدینہ میں ایک جگہ کا نام) کی طرف نکال دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ (ابوداود)

۸۔موبائل کی برائی سے بچنا جس کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔اس کے فوائد میں وقت کی بچت، چوطرفہ بسرعت روابط، فتاوے، دعوت وارشاد اور صلہ رحمی کے لیے استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ اس کے نقصانات میں تنگ کرنا، چھیڑ چھاڑ، وقت کا ضیاع، چغلی اور غیبت وغیرہ ہیں۔

۹۔ باطل مذاہب وادیان اور معبودان باطلہ کے رموز وشعائر اور نشانیوں کو گھروں وغیرہ سے مٹا دینا لازمی وضروری ہے۔صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی بھی ایسی چیز کو جس میں صلیب ہوتی توڑ دیتے۔(بخاری) لہٰذا مناسب ہے کہ ایسے برتن، لباس اور بستر نہ خریدے جائیں جن میں کفار کے معبودوں کی تصویریں ہوں جن میں صلیب، مجسمے اور چرچ وغیرہ سب شامل ہیں۔

۱۰۔ذی روح کی تصاویر کا ہٹانا ضروری ہے۔محققین اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ ذی روح کی تصویریں کندہ کی ہوئی ہوں چاہے لکھ کر بنائی گئی ہوں اور چاہے اوزار استعمال کرکے، سب حرام ہیں۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔(بخاری)

نیز فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔(بخاری)

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گھر سے مراد وہ جگہ ہے جس میں انسان رہتا ہو چاہے وہ عمارت کی شکل میں ہو یا خیمے کی شکل میں یا اس کے علاوہ۔(فتح الباری)

پھر یہ بھی فرمایا: وہ تصویریں جن کی وجہ سے فرشتے داخل ہونے سے رک جاتے ہیں وہ ذی روح کی تصویریں ہیں اور جن کے سر نہ کٹے ہوئے ہوں یا ان کی تحقیر نہ کی گئی ہو۔(فتح الباری)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کا کہنا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس پر اس طرح کی سخت وعید آئی ہے، پھر وہ چاہے کپڑے پر ہو چاہے بستر پر یا درہم ودینار پر یعنی روپے اور پیسے پر یا برتن پر یا دیوار وغیرہ پر۔(فتح الباری)

ان تصویروں میں وہ مجسمے (اسٹیچو) بھی شامل ہیں جو زیب وزینت کے لیے بنائے جاتے ہیں اور اسی طرح کھیل کے آلات پر جیسے شطرنج، بچوں کے کھلونے اور اسی طرح لباس، بیگ، پین، میگزین وغیرہ اور اسی طرح کمبلوں، چادروں، قالینوں اور پردوں پر بنی ہوئی تصویریں۔

۱۱۔گھروں میں کتے پالنا ناجائز ہے۔معلوم ہونا چاہیے کہ کتے کی قیمت حرام ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔لہٰذا کتا خریدنا یا بیچنا اور گھر میں پالنا ناجائز ہے۔اور وہ کفار کی ریت ہے لہٰذا ان سے مشابہت ناجائز ہے۔یہ بات دھیان رکھیں کہ جس نے بھی کتا پالا اس کے ثواب میں سے ہر دن دو قیراط کم کردی جاتی ہیں۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر والے بھی کتا باندھ کر رکھتے ہیں ان کے عمل میں ہر دن ایک قیراط کم کردی جاتی ہے۔اور مسلم کی روایت میں ہے کہ دو قیراط کم کی جاتی ہیں۔(مسلم) سوائے شکار کے لئے کتے یا کھیتی کے لئے کتے یا بکری کے کتے کے۔(ترمذی)

بلکہ گھر میں کتے کا ہونا ہی فرشتوں کے گھر میں داخلے کو مانع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ میں رات میں آیا تھا تو جس گھر میں آپ تھے اس میں داخل ہونے سے ایک آدمی کی تصویر کے علاوہ کسی اور چیز نے مجھے نہیں روکا۔گھر میں ایک پردہ تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور گھر میں کتا تھا لہٰذا آپ تصویر کا سر کاٹنے کو کہیں کہ وہ درخت کی طرح ہو جائے اور پردہ کو کاٹنے کے لیے کہیں کہ اس کے دو تکیے بن جائیں جنہیں روندا جائے اور کتے کو نکالنے کے لیے کہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔(احمد)

۱۲۔گھر کے اندر وباہر نیز گرد وپیش کا خیال رکھنا۔

گھر کے محل وقوع کا انتخاب اس طرح ہو کہ وہ مسجد کے قریب اور فساد وبگاڑ نیز فسق وفجور کی جگہوں سے دور ہو۔اسی طرح اس کے بیت الخلاء قبلہ کی جانب نہ ہوں۔ہو سکے تو گھر کشادہ ہو کیونکہ یہ سعادت کی بات ہے۔

نیک اور مسلمان پڑوسی کا انتخاب، یہ بھی نیک بختی کی بات ہے۔

گھر کے سامان کی روزمرہ لازمی اصلاحات کا اہتمام اور باقاعدگی سے اس کی ضروری دیکھ بھال۔

گھر والوں کی امن وسلامتی اور صحت وتندرستی پر توجہ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلتے ہیں البتہ جب ایک گھڑی رات گذر جائے تو انہیں چھوڑ دو اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کرلو، اور اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو (اگر برتن ڈھانکنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے سوا اس کے کہ) ان برتنوں کے اوپر کوئی چیز چوڑائی میں رکھو (تو وہی رکھ دو) اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔(بخاری)

اہل خانہ پر توجہ میں یہ بھی شامل ہے کہ گھر میں ایک چھوٹا سا دواخانہ ہو جس کے بارے میں گھر کے ہر فرد کو معلوم ہو۔

۱۳۔گھروں کی تزئین کاری سے احتراز کریں۔لوگوں میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ وہ نوع بنوع تزئین کاری، سجاوٹ اور ڈیکوریشن پر خاص توجہ دیتے ہیں جو دنیا سے گہرے لگاؤ اور فخر ومباہات کا نتیجہ ہے۔اس سلسلے میں مختلف احادیث کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں۔

۱۔ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم پر دنیا فتح ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے گھروں کو ایسے سجاؤ گے جیسے کعبہ کو سجایا جاتا ہے تو تمہاری آج کی حالت اس دن کی حالت سے بہتر ہوگی۔(طبرانی)

۲۔مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے لیے نکلے تو میں نے نیچے بچھانے کا ایک موٹا کپڑا لیا اور دروازے پر اس کا پردہ بنا دیا جب آپ آئے اور آپ نے وہ کپڑا دیکھا تو میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار محسوس کیے، پھر آپ نے اسے پکڑ کر کھینچا اور پھاڑ دیا۔اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور فرمایا: اللہ نے ہمیں پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا (مسلم)

۳۔امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قصہ نقل کیا ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کے بازؤں پر رکھے تو آپ کی نظر ایک باریک منقش پردے پر پڑی تو آپ وہیں سے لوٹ گئے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جائیے اور لوٹ جانے کی وجہ پوچھیے۔چنانچہ گئے اور پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ کیوں واپس ہوگئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں ایسے گھر میں قدم رکھوں جس میں آرائش وتزئین کی گئی ہو۔'' (مسند احمد)

۴۔امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا اور امام احمد وطبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موصولا روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے والد کے زمانے میں دعوت کی تو میرے والد نے لوگوں بلایا۔حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ مدعو لوگوں میں تھے۔میرے گھر کو لوگوں نے سبز دری سے ڈھانک رکھا تھا۔حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو اسے دیکھا اور کہا اے عبداللہ! تم دیواروں کو ڈھانکتے ہو۔اللہ کی قسم میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا اور لوٹ گئے۔(طبرانی)

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی طرح کی صورت حال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پیش آئی تو انہوں نے اس کو مسترد کر دیا اور ہٹا دیا اور لوٹ کر نہیں آئے جیسا کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کیا۔ہم نے امام احمد کی کتاب الزہد میں عبداللہ بن عتبہ کے طریق سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے گھر میں داخل ہوئے جنہوں نے انہیں ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا گھر کرور سے ڈھکا ہوا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے فلاں! تو نے اپنے گھر کو کعبہ کب سے بنا دیا ہے؟ پھر اپنے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے کہا: جو جس کے قریب ہو اسے پھاڑ دے۔(فتح الباری)

حاکم اور بیہقی نے صحابی رسول عبداللہ بن یزید خطمی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک گھر دیکھا جو پردے سے ڈھکا ہوا تھا تو وہ بیٹھ گئے اور رونے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی جس میں آپ نے فرمایا: تمہارا کیا ہوگا جب تم اپنے گھروں کو کپڑوں سے ڈھانک دو گے؟ (فتح الباری)

۵۔امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ دیواروں کو کپڑوں سے ڈھانکنے کی صریح ممانعت آئی ہے۔جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ابوداود وغیرہ میں وارد حدیث ہے: تم دیواروں کو کپڑوں سے نہ ڈھانکو'' گرچہ اس کی سند میں ضعف ہے لیکن بیہقی کے اندر اس کا ایک مرسل شاہد ہے۔(جس سے اس کو تقویت ملتی ہے) اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت مسند سعید بن منصور میں ہے جس میں ہے: انہوں نے گھر کو ڈھانکنے کو برا مانا اور کہا: کیا تمہارے گھر کو بخار ہوگیا ہے؟ میں اس میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ تم اس کو پھاڑ نہ دو گے۔(فتح الباری)

مغنی ابن قدامہ میں ہے: دیواروں کو بغیر تصویر والے پردوں سے ڈھانکنا اگر کسی ضرورت کے پیش نظر یا گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔اور اگر بلاضرورت ہو تو مکروہ ہے۔کسی کی دعوت سے لوٹ آنے اور اسے مسترد کرنے کے لیے اس طرح کی صورت حال کا عذر کافی ہے۔

۶۔علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب آداب الزفاف میں رقمطراز ہیں: شریعت کے مخالف کام جہاں کہیں بھی ہو رہا ہو، وہاں جانے سے انسان کو باز رہنا چاہیے۔پھر آپ نے دیواروں کو قالینوں جیسے کپڑوں گرچہ وہ ریشم کے نہ ہوں کا ذکر کیا۔کیوں کہ اس میں فضول خرچی ہے۔اور مسلم میں وارد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب غیر مشروع ہے۔پھر آپ نے فرمایا: اسی بنا پر بعض سلف ان گھروں میں جانے سے باز رہتے تھے جن کی دیواریں کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ہوتیں۔پھر آپ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ اور شیخ الاسلام کا قول ذکر کیا جس میں ہے: ''بلاضرورت دروازوں اور دہلیز پر پردے لٹکانا مکروہ ہے۔'' (آداب الزفاف)

خلاصۂ کلام یہ کہ گھروں کو سجانا اور مزین کرنا شرعی نقطۂ نظر سے یا تو مکروہ ہے یا حرام۔کیونکہ اس میں مال کی بربادی کے ساتھ ہی ساتھ دنیا سے دل لگانے کی کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔مکروہ کے قائلین جمہور شوافع ہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔یہی قول ابن قدامہ اور شیخ الاسلام کا ہے۔اور حرمت کے قائلین میں بعض شوافع، ابن حجر، شوکانی، بخاری، بغوی اور البانی رحمہم اللہ ہیں کیونکہ دیواروں کو ڈھانکنے سے متعلق ممانعت کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے آپ فتح الباری لابن حجر، شرح السنۃ للبغوی، نیل الاوطار للشوکانی، مغنی لابن قدامہ، آداب الزفاف للالبانی اور الاختیارات العلمیہ لابن تیمیہ رحمہم اللہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

گھروں کی اصلاح ودرستگی سے متعلق یہ چند نصیحتیں تھیں جن پر عمل کر کے انسان اپنے گھر کو جنت نشاں بنا سکتا ہے اور دنیوی واخروی سعادتوں سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی، بہار

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

امابعد:

صحابی لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے، اور شرعی اصطلاح میں " مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ حَیَاتِهٖ وَمَاتَ عَلَی اِسْلَامِهٖ" یعنی صحابی وہ شخص ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کی زیارت آپ ﷺ کے حیات مبارکہ میں کی اور پھر ایمان پر اس کی وفات ہوئی ہو، حافظ ابن حجرؒ اس تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص صحابی شمار ہوگا جس کی ملاقات آپ ﷺ سے اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرتا تھا، نیز موت آنے تک وہ اسلام کے اوپر ہی قائم رہا، خواہ وہ مدت دراز تک آپ ﷺ کی صحبت میں رہا یا کچھ عرصے کے لئے، خواہ اس نے حدیث کی روایت کی ہو یا نہ کی ہو، خواہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہو، خواہ اس نے آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یا بصارت نہ ہونے کے سبب وہ آپ ﷺ کو دیدار نہ کرسکا، ہر صورت میں وہ صحابی شمار کیا جائے گا۔ (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج 1/7-8)

محترم قارئین! لفظ صحابہ سنتے ہی یا پڑھتے ہی ایک ایسے مقدس گروہ کا نقشہ ذہن ودماغ میں آجاتا ہے جنہیں دنیا ہی میں جنت کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا، جنہیں دسترخوان پر ختم المرسلین کے ہم نوالہ وہم پیالہ بننے کا شرف ملا ہے، یہ وہ مقدس گروہ ہے جن کے غلغلے وچرچے، جن کے تذکرے، جن کی عظمتیں، جن کے فضائل ومناقب، جن کے محاسن، جن کے مدارج ومناصب کسی نہ کسی شکل میں قرآن کے پورے تیسوں پاروں میں موجود ہے، یہ وہ مقدس گروہ ہے جن کی مدح وستائش میں تاقیامت قرآن وحدیث رطب اللسان ہے:

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کہا۔ (الحشر: 9، 22، النور: 51، التوبہ: 88)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "اُولٰٓئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ" کہا۔ (الحجرات: 7)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے " اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" کہا۔ (الحجرات: 15، الحشر: 8)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" کہا۔ (النور: 52)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے " اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" کہہ کر خالص مومن قرار دیا۔ (الانفال: 74)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے " اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" کہہ کر ان کے متقی ہونے کی گواہی دی ہے۔ (الزمر: 33)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے عقلمند قرار دیتے ہوئے "اُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَاب" کہا۔ (الزمر: 18)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں "اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْخَیْرٰت" کہہ کر قرآن نے یاد کیا ہے۔ (التوبہ: 88)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰه" کہہ کر اللہ کا لشکر قرار دیا ہے۔ (المجادلۃ: 22)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں انبیاء ورسل کے بعد تاقیامت اس روئے زمین پر " اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ "ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (البینۃ: 7)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے بے رخی وبے اعتنائی برتنے کو رب نے ظلم قرار دیا ہے۔ (الانعام: 52، الکھف: 28، صحیح مسلم: 2413)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے "التائبون، الحامدون، السائحون، الراکعون، الساجدون، الآمرون بالمعروف، الناھون عن المنکر اور الحافظون لحدود اللہ" جیسے القاب سے ملقب کر کے معزز ومکرم بنایا ہے۔ (التوبۃ: 112)

وہ مقدس جماعت ہے جن کی عظمت ورفعت، آن بان اور شان وشوکت محمد ﷺ کے آنے اور خود ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی سے موسی کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور عیسی روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے اپنے امتوں کو بیان کیا کرتے تھے۔ (الفتح: 29)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے " وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی" کہہ کر منتخب ومختار بندے قرار دیتے ہوئے سلام نازل فرمایا۔ (النمل: 59)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کہہ کر جہنم سے دور کردیے جانے کا اعلان کردیا ہے۔(الحدید:10)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے قرآن نے "لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ" کا وعدہ کررکھا ہے۔(الحجرات:3)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" کہہ کر دربار الٰہی کے شیدائی وفدائی قرار دیا ہے۔(الفتح:29)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" کے لقب سے ملقب کیا۔(التوبۃ:100)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے راہ کو قرآن نے "سبیل المؤمنین" کا نام دیا ہے۔(النساء:115)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی کوتاہیوں پر رب نے مؤاخذہ نہیں کیا بلکہ یہ اعلان "وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ" ہوا۔(آل عمران:155)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے لئے نبی مکرم ﷺ کو "وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" کا حکم ہوا۔(آل عمران:159، محمد:19)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے نبی مکرم ﷺ کو "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ" کہہ کر مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا۔(آل عمران:159)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن پر تبرا بازی کرنے والوں کو قرآن نے "فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" کہہ کر ملزم قرار دے دیا ہے۔(الاحزاب:58)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں ان الفاظ میں تسلی دی گئیں "نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ"۔(حم السجدۃ:31)

یہ وہ مقدس جماعت ہے یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں فرشتے "اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" کے کلمات سے تھپکیاں دیتے رہے۔(حم السجدۃ:30)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی خاص صفت "يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه" تھی۔(الحشر:8)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی چاہت "يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا" تھی۔(الحشر:8)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے بلاواسطہ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ" سے مخاطب کیا۔(آل عمران:110)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے "أمة وسطا" کا خطاب دے کر اس کائنات میں سب سے افضل، ثقہ، قابل اعتماد ولائق اتباع قرار دیا ہے۔(البقرۃ:143)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن "وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ" کہہ کر جنتی ہونے کا سند دے رہا ہے۔(التوبۃ:89/100)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جو قرآن کی زبان میں "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" یعنی مخالفین کے لئے سخت اور حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم ہیں۔(الفتح:29)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے "رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کہہ کر رب کے رضوانیت کی بشارت دی ہے۔(التوبۃ:100، المجادلۃ:22)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے احوال وکوائف کی خبریں بعد والوں کو ان الفاظ میں دی گئیں "فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ .... اور يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران:170-171)

یہ وہ مقدس جماعت ہے یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی تعریف "كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (الذاریات:17-18) اور کبھی "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ" کے الفاظ میں کی گئی۔(النور:37)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جو "یا أیھا الذین آمنوا" کے پہلے مخاطب ہیں۔(القرآن)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جو "یا أیھا الناس" کے پہلے مخاطب ہیں۔(القرآن)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی صفت "ألحب للہ والبغض للہ" ہے۔(المجادلۃ:22)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جو ہر وقت "سمعنا وأطعنا" کی گن گاتی تھیں۔(البقرۃ:285، النور:51)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں صرف "ربنا اللہ" کہنے کی پاداش میں شہر بدر کیا گیا۔(الحج:40)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے رب نے یہ وعدہ "لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ" کر رکھا ہے۔(النحل:41)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جو اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں ہر وقت جہاد کی آرزو اور اس کے لئے منتظر رہا کرتی تھیں۔(الاحزاب:22-23)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے اپنے رسول کی نصرت کے لئے

بنایا تھا۔(الانفال:62)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں اللہ کی ولایت حاصل ہے۔(آل عمران:122)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی مدد کے لئے نورانی مخلوق نے حاضری دی۔ (آل عمران:124،الانفال:9)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے اپنے تمام ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔(الحشر:9)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے اللہ کو محبت تھی۔(التوبۃ:108)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کا شہید ہونا رب کو پسند تھا۔(آل عمران:140)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے دفاع میں قرآن اترتا رہا۔(الحج:38)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے اوپر رب کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔ (الاحزاب:43)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے لئے فرشتے دعائیں مغفرت کرتے رہے۔(الاحزاب:43)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے دلوں میں سکینتوں کا نزول ہوا۔ (الفتح:4-18)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے دل حسد سے پاک تھے۔(الحشر:9)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے نقشِ پا کی پیروی ہی اصل ایمان ہے۔ (البقرۃ:137)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی راہ چھوڑنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی گئی۔ (النساء:115)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے عادات واطوار، اخلاق واوصاف کا ذکر خیر تورات وانجیل میں موجود تھے۔ (الفتح:29،التوبۃ:111،شرح السنۃ للارناوط: 3628)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی گواہی رب العالمین کے یہاں قابل قبول ہے۔(البقرۃ:143)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے دل ایمان کی محبت سے لبریز اور کفرو شرک،فسق وعصیان سے نفرت سے پر تھیں۔(الحجرات:7)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے گناہوں کو مٹادیا گیا۔(آل عمران:195)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں بیوقوف کہنے والوں کو رب ذوالجلال والاکرام نے خود بیوقوف کہا۔(البقرۃ:13)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں ذلیل کہنے والا خود پوری کائنات کا سب سے بڑا ذلیل انسان بن گیا۔(المنافقون:8)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ساتھ مذاق کرنے والوں کے ساتھ خود رب نے مذاق کیا۔(البقرۃ:15)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں رب نے کندن بنانے کے لئے آزمایا تھا۔ (آل عمران:140)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ساتھ مسخرہ کرنے والوں کے ساتھ رب خود مسخرہ کرتا ہے۔(التوبۃ:79)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا تھا۔ (المجادلۃ:22)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ایثار وقربانیوں کا مقابلہ دنیا وجہان میں کوئی نہیں کرسکتا۔(الحشر:9)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے حق میں قرآن بعد میں آنے والوں کو دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیتا ہے۔(الحشر:10)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے اپنے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا۔(التوبۃ:111)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں قرآن نے اس روئے زمین کا سب سے زیادہ باعزت گروہ قرار دیا ہے۔(المنافقون:8)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے نقش قدم پر چلنے کی دعا مانگنا ہر نماز میں فرض قرار دیا گیا۔(الفاتحۃ:6)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے: ”**لاتزالون بخير مادام فيكم من رآنى وصاحبنى**“ کہ تم اس وقت تک خیر وبھلائی میں رہوگے جب تک کہ تمہارے درمیان مجھے دیکھنے والے اور میری صحبت اختیار کرنے والے موجود رہیں گے۔(الصحیحۃ للالبانی:3283)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کو دیکھنے والا بھی خوش نصیب ہوجاتا ہے ”طوبی لمن رای من رانی“۔(الصحیحۃ للالبانی:3283)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ناراض ہونے سے رب ناراض ہوجائے ”لئن كنت أغضبتهم لقد أغضبت ربك“(مسلم:2504)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں ”**ماأناعليه وأصحابى**“ کہہ کر معیار ہدایت قرار دیا گیا۔(الصحیحۃ للالبانی:1348)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے آپسی مشاجرت کے بارے میں زبان کو لگام

دینے کا حکم صادر ہوا"إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا" (الصحیحۃ للالبانیؒ:431)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی تنقید وتنقیص کی اجازت نہیں "دَعُوا لِي أَصْحَابِي" (الصحیحۃ للألبانیؒ:1923)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے حقوق کے خیال رکھنے کا حکم ہوا "احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي" (الصحیحۃ للألبانیؒ:1116)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم ہوا۔ "أَحْسِنُوا إِلَى أَصْحَابِي" (الصحیحۃ للألبانیؒ:430)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ساتھ عزت وتکریم سے پیش آنے کا حکم ہوا "أَكْرِمُوا أَصْحَابِي" (مشکاۃ المصابیح للألبانیؒ:6003)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے سامنے عمر نوح کی عبادتیں بھی بیکار ہیں "لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ" صحابہ میں سے کسی صحابی کا آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا جس میں ان کا چہرہ خاک آلود ہوا ہو تم میں سے ہر ایک کی پوری زندگی کی عبادتوں سے زیادہ بہتر ہے اگر چہ اس کو نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے برابر ہی کیوں نہ عمر دے دی جائے۔(صحیح ابوداؤد للألبانیؒ:4650)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے ایک مٹھی جو کے صدقے کے برابر احد پہاڑ کا سونا بھی نہیں ہے۔(بخاری:3673، مسلم:222)

صحابہ کے بارے میں "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي" کہہ کر برا بھلا کہنا حرام قرار دیا گیا۔(بخاری:3673، مسلم:2541)

ان پر سب وشتم کرنے والا اللہ، فرشتوں نیز تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔(الصحیحۃ للألبانیؒ:2340)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے محبت کرنے والا محبوب الٰہی ہے۔ (بخاری:3783)

ان سے بغض وعناد رکھنے والا ملعون ہے۔(بخاری:3783)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے قتل کئے جانے پر نبی رحمت ﷺ اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ ایک ماہ تک قاتلوں پر نام لے لے کر بددعا کرتے رہے۔ (بخاری:4094)

صحابہ کرامؓ کی شان میں بارہا قرآن کی آیتوں کا نزول ہوتا رہا۔(3798)

جن سے انسان ہی کیا جمادات کو بھی الفت ومحبت ہے۔(بخاری:3367)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن میں سے 313 اصحاب کو "اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" کا اعزاز ملا ہے۔(ابوداود:4654، الصحیحۃ للألبانیؒ:2732)

صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہی دور نبوت کے بعد تا قیامت مابقی تمام زمانوں میں سب سے بہتر وافضل قرار پایا ہے۔(بخاری:3651، مسلم:2534)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن سے محبت ایمان اور بغض نفاق کی علامت قرار پائی ہے۔(بخاری:3784، مسلم:74)

یہ وہ پاکباز جماعت ہے جنہیں آپ ﷺ نے "أَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي" کہہ کر اپنی امت کے لئے سامان رحمت قرار دیا۔(مسلم:2531)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں آپ ﷺ نے امت محمدیہ کے لئے ڈھال قرار دیا تھا "فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ" (مسلم:2531)

اس جماعت کو جنت میں سب سے پہلے جانے کا شرف ملا ہے۔(الصحیحۃ للألبانیؒ:853)

اور جن کی صفت "وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ" ہے۔ (بخاری:7199، مسلم:1704)

انہیں جنت میں بھی نبی کریم ﷺ کی یاری ومعیت حاصل ہے۔(صحیح الترمذی للألبانیؒ:2385)

جن کے اعمال رب کو پسند آتے تھے۔(بخاری:3798)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کو تعلیم دینے کے لئے فرشتوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔(بخاری:3777، الصحیحۃ للألبانیؒ:2903)

اور جنہوں نے نبی مکرم ﷺ کے لئے اپنے اپنے جسموں کو ڈھال بنا دیا تھا۔(بخاری:3811)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے تین پشتوں کے لئے دعائے مغفرت کی گئی ہے۔(مسلم:6416)

جنہیں نبی ﷺ نے "أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ" کہہ کر روئے زمین کے سب سے بہترین باشندے قرار دیا تھا۔(بخاری:4154، مسلم:4811)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کا وجود ہی میدان جنگ میں فتح یابی وکامیابی کی دلیل تھی "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ لَهُمْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ." (مسلم:6468، بخاری:3649)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کا ایک لمحہ یا ایک سیکنڈ سید الکونین ﷺ کے ساتھ گذارنا ایک شخص کے چالیس سال کے عمل صالح سے بہتر ہے "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً --يعنى مع النبى ﷺ-- خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً" (قال ابن عباس رضی اللہ عنہ، صححہ الألبانیؒ فی

تخریج شرح العقیدہ الطحاویۃ:469)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے بارے میں عالم بالا کی خبریں عرش والے نے زمین والوں کو دے دیا ہے۔(صحیح أبوداؤد للألبانیؒ:2199)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں دیکھ کر شام کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ واللہ! یہ لوگ ہمارے حواریوں سے بہتر ہیں۔(ابن کثیر:4/261)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے اخلاص، ایمان، توکل، محبت وخشیت میں تاقیامت کوئی برابری نہیں کرسکتا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں ہر پل، ہر دم اور ہر قدم قدم پر بشارتیں ہی بشارتیں ملیں ہیں۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے ہمیشہ اپنے ماں باپ، اہل وعیال، اعزہ واقارب بلکہ خود اپنی ذات پر نبی رحمت ﷺ کو مقدم رکھا تھا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کا تکیۂ کلام ”فداک أبی وأمی“تھا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کا ایک لمحہ نبی ﷺ کی معیت میں گذارنا زندگی بھر کی عبادتوں وریاضتوں سے بہتر وافضل ہے ”فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ“(قال ابن عمر رضی اللہ عنہ،صحیح ابن ماجہ للألبانیؒ:234)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی عیب جوئی کرنا قرآن وسنت کی عیب جوئی کرنے کے مترادف ہے۔(مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ:4/430)

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی صفت ”رهبان بالليل وفرسان بالنهار“ یعنی رات کے راہب اور دن کے شہسوار ہے۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہیں امت محمدیہ نے ”كلهم عدول“ کا خطاب دیا ہے۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے دین محمدی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنادیا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے رضائے الٰہی کے لئے اپنے خاندان وقوم اور ملک وملت سے دشمنی مول لی۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے ایک اشارۂ ابرو پر اپنے گھر بار، مال ودولت کو لٹادیا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کی آنکھوں کے سامنے قرآن کا نزول ہوتا تھا۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے اوپر رب کا انعام واکرام نازل ہوا ہے۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کو ہدف تنقید وہی بناتا ہے جس کے دل میں کفر ونفاق ہو۔

یہ وہ مقدس جماعت ہے جن کے تمام اخلاق وافعال قابل ستائش ہیں۔

الغرض:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

محترم قارئین!

جو لوگ بھی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہتے ہیں ایسے بدبختوں کو علامہ یوسف بنوریؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

بات تو بالکل کھلی ہے کہ صحابہؓ کیسے ہی ہوں، مگر تم سے تو اچھے ہی ہوں گے، تم ہوا پر اُڑلو، آسمان پر پہنچ جاؤ، سو بار مر کر جی لو، مگر تم سے صحابیؓ تو نہیں بنا جاسکے گا، تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمالِ جہاں آرائے محمد کا دیدار کیا؟ وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلماتِ نبوت سے مشرف ہوئے؟

وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوارِ مقدس سے منور ہوئے؟

تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں ”كأنما على رؤسنا الطير“ کا سماں بندھ جاتا تھا؟

تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانۂ نبوت سے ناپ ناپ کرادا کیے جاتے تھے؟

تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینۂ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے؟

تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟

تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے؟

تم میرے صحابہؓ کو لاکھ برا کہو، مگر اپنے ضمیر کا دامن جھنجھوڑ کر بتاؤ! اگر ان تمام سعادتوں کے بعد بھی میرے صحابہؓ برے ہیں تو کیا تم ان سے بدتر نہیں ہو؟

اگر وہ تنقید وملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعنت وغضب کے مستحق نہیں ہو؟

اگر تم میرے صحابہؓ کو بدنام کرتے ہو تو کیا میرا خدا تمہیں سرِ محشر سب کے سامنے رسوا نہیں کرے گا؟

اگر تم میں انصاف وحیا کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبان میں جھانکو اور میرے صحابہؓ کے بارے میں زبان بند کرو۔

حرف آخر: آخر میں رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ الٰہ العالمین تو ہمیں مرتے دم تک صحابہ کے نقش قدم پر قائم ودائم رکھ اور ان نفوس قدسیہ پر ہماری طرف سے سلام نازل فرما۔ آمین

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

حجرہ نبوی تاریخ کے تناظر میں

تلخیص: مولانا عبید اللہ الباقی اسلم

حجرہ نبوی سے مراد: وہ گھر ہے جس میں نبی کریم ﷺ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ رہا کرتے تھے، یہ گھر خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) اور خلافت بنی امیہ کے ابتدائی دور تک مسجد نبوی کے شرق جنوب میں واقع تھا، بعد میں چل کر یہ گھر ''حجرہ نبوی'' سے مشہور ہوا کیونکہ اسی میں نبی کریم ﷺ کی تدفین عمل میں آئی تھی۔

حجرہ نبوی متعدد مراحل سے گزرا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

پہلا مرحلہ: جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو امہات المومنین کے لئے گھروں کا انتظام فرمایا، ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد نبوی سے متصل شرق جنوب میں واقع تھا۔

حجرہ نبوی دو چیزوں پر مشتمل تھا:

۱۔ گھر جو مٹی سے بنا ہوا تھا، اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی تھی، اور اس کا ایک ہی دروازہ تھا جو گھر کے شمال شرق کی طرف واقع تھا۔

۲۔ حجرہ (آنگن) جو گھر کے سامنے شمال کی جانب واقع تھا اور تینوں اطراف (مشرق، مغرب اور شمال) کھجور کی ٹہنیوں سے گھرے ہوئے تھے۔

دوسرا مرحلہ: سن گیارہ (۱۱) ہجری میں جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو ان کی تدفین حضرت عائشہؓ کے گھر میں کی گئی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ما قبض الله نبيا الا فى الموضع الذى يحب أن يدفن فيه ''اللہ نے ہر نبی کو موت اسی جگہ دی جہاں انہوں نے دفن ہونا پسند فرمایا'' (جامع الترمذی (ح:۱۰۱۸)، وسنن ابن ماجہ (ح:۱۶۲۸) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے خود دیکھیں: مختصر الشمائل المحمدیۃ (ص:۱۹۵)

اور فرمایا: لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد ''یہود پر اللہ کی لعنت ہو، جنھوں نے اپنے انبیاء کرام (علیہم السلام) کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

حضرت عائشہؓ اس حدیث کے ضمن میں فرماتی ہیں: لولا ذلك لابرز قبره خشى أن يتخذ مسجدا ''اگر یہ (قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی علت) نہ ہوتی تو آپ کی قبر بھی کھلی رکھی جاتی لیکن آپ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے'' (صحیح البخاری: ۴۴۴۱)

نبی کریم ﷺ کی تدفین عمل میں آنے کے بعد حضرت عائشہؓ نے قبر رسول ﷺ اور گھر کے باقی حصوں کے درمیان ایک پردہ نصب کردیا۔

تیسرا مرحلہ: سن تیرہ (۱۳) ہجری میں جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو حجرہ نبوی میں دو کام کئے گئے:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی حجرہ نبوی میں دفن کیا گیا اور حضرت عائشہؓ نے دونوں قبروں اور گھر کے باقی حصوں کے درمیان پردہ نصب کردیا۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حجرہ نبوی کے آنگن کے تینوں اطراف (مشرق، مغرب اور شمال) میں لگی کھجور کی ٹہنیوں کی جگہ ایک دیوار قائم کرادی۔

چوتھا مرحلہ: سن تیئیس (۲۳) ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے انتقال کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست فرمائی کہ انہیں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ حجرہ نبوی میں تدفین کی اجازت دیں چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور جب ان کا انتقال ہوا تو انہیں بھی حجرہ نبوی میں دفن کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے تینوں قبروں اور گھر کے باقی بچے حصے کے درمیان ایک دیوار قائم کردی اس دیوار میں ایک کھڑکی بھی تھی جس میں پردہ لگا ہوا تھا، چنانچہ بسا اوقات بعض تابعین ان قبروں کو دیکھنے اور ان پر سلام عرض کرنے کے لئے ان سے اجازت طلب کیا کرتے تھے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قبروں کے بارے میں انہیں سنت رسول معلوم ہو جائے کہ وہ اونچی نہیں ہوا کرتی ہیں۔

تینوں قبروں کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر کے باقی بچے ہوئے حصے کی لمبائی پانچ اعشاریہ چوبیس (۵٫۲۴) میٹر، جبکہ چوڑائی زیرو اعشاریہ بہتر (۰٫۷۲) میٹر تھی، جس میں ام المومنین حضرت عائشہؓ نے تقریبا پینتیس (۳۵) سال قیام فرمایا۔

پانچواں مرحلہ: جب لوگ کثرت سے قبروں پر سلام عرض کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ سے اجازت طلب کرنے لگے تو انہوں نے وہ کھڑکی بند کرادی۔

چھٹا مرحلہ: سن اٹھاون (۵۸) ہجری میں جب حضرت عائشہؓ کا انتقال ہوا تو حجرہ عائشہؓ کا دروازہ (جو شمال مشرق میں واقع تھا) بند کردیا گیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وبعدها أي: وفاة عائشة رضى الله عنها كانت مغلقة الى أن أدخلت فى المسجد فسد بابها وبنى عليها حائط آخر ''اور ان کے بعد یعنی حضرت عائشہؓ کی وفات کے بعد ان کا حجرہ بند تھا یہاں تک کہ وہ (حصہ) مسجد کے ضمن میں شامل کردیا گیا اور اس پر ایک دیوار بنادی گئی۔ (مجموع الفتاوی: ۲۷/۳۲۸)

ساتواں مرحلہ: مذکورہ صورت میں حجرہ نبوی خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) اور خلافت بنی امیہ کے ابتدائی دور تک باقی رہا، پھر سن اٹھاسی (۸۸) ہجری میں خلیفہ ولید بن عبد الملک نے والی مدینہ منورہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو تین باتوں کا حکم دیا:

۱۔ مسجد نبوی کو توڑ کر مشرق، مغرب اور شمال کی جانب سے اس کی توسیع کی جائے۔

۲۔حجرہ عائشہ (جس میں تینوں قبریں ہیں) میں مٹی سے بنی دیوار کو توڑ کر کالے پتھروں سے دوبارہ اس کی تعمیر کی جائے اور اس کی چھت لکڑیوں سے بنائی جائے۔

چنانچہ وہ دیوار کچھ اس طرح سے تعمیر کی گئی کہ حجرہ نبوی کے لئے کوئی دروازہ رکھا گیا اور نہ ہی کوئی کھڑکی چھوڑی گئی اور کسی کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ اوران کے دونوں ساتھیوں (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی قبروں تک پہنچ سکے۔(دیکھیں: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۷/۳۲۳)

سمہودی رحمہ فرماتے ہیں: ولم نجد للبيت الداخل بابا أصلا، ولا موضع باب "اور ہم نے داخلی گھر (حجرہ نبوی) کے لئے سرے سے کوئی دروازہ پایا اور نہ ہی دروازے کی جگہ" (وفاء الوفاء (۲/۳۰۷)

۳۔حجرہ عائشہ کی دیوار سے متصل ایک خماسی دیوار اس طرح تعمیر کی جائے کہ اس کا شمالی حصہ مثلث کی شکل میں ہو، تا کہ کوئی نہ گھر کے اس آنگن میں نماز پڑھ سکے، اور نہ ہی اس کی طرف منہ کر کے (قبلہ بنا کر) کوئی نماز ادا کر سکے، اور اس کے لئے اس مثلث دیوار کی تعمیر اس طرح کی جائے کہ وہ قبلہ کی دائیں جانب سے ذرا مائل ہو۔

اس طرح سے پہلی بار خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں جب اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات ہو چکی تھی، حجرہ نبوی کو مسجد نبوی کے حصے میں شامل کیا گیا، اس وقت موجود حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جیسے علماء کرام نے اس کی تردید بھی کی، اس کے باوجود خلیفہ وقت کے حکم سے یہ کام انجام دیا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ایک بڑے عالم تھے، اور سنت کے بڑے پابند تھے، مگر وہ خلیفہ وقت کے حکم کے بھی پابند تھے، لہٰذا بحیثیت والی مدینہ منورہ ان ہی کی نگرانی میں یہ کام انجام دیا گیا، مگر اپنی ذہانت وفطانت اور دینی شعور سے حجرہ نبوی کی شکل ایسی بنادی کی کہ مسجد نبوی کے حصے میں شامل ہونے کے باوجود کوئی اس کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔

اسی کے بارے میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولقد نهانا أن نصير قبره
عيدا حذار الشرك بالرحمن
ودعا بأن لا يجعل القبر الذي
قد ضمه وثنا من الأوثان
فأجاب رب العالمين دعاءه
وأحاطه بثلاثة الجدران
حتى اغتدت أرجاؤه بدعائه فى عزة وحماية وصيان

(الکافیۃ الشافیۃ (ص:۲۵۲-۲۵۳)

آٹھواں مرحلہ: خلیفہ متوکل (۲۳۲ھ-۲۴۷ھ) کے زمانہ میں حجرہ نبوی کی دیوار کے نچلے حصے کو تقریباً ایک میٹر تک سنگ مرمر سے بنایا گیا۔

نواں مرحلہ: سن پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) ہجری میں خلیفہ مقتفی کے زمانہ میں حجرہ نبوی کی دیوار کے نچلے حصے کو تقریباً دو میٹر تک سنگ مرمر سے بنا دیا گیا۔

دسواں مرحلہ: سن آٹھ سو اکاسی (۸۸۱) ہجری میں سلطان اشرف قایتبای کے زمانہ میں حجرہ نبوی کی بعض دیواروں کو توڑ کر از سر نو تعمیر کیا گیا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ا۔خارجی دیوار۔اس میں سے مشرقی جانب کے ایک حصے، اور اسی سے متصل شمالی جانب کے ایک زاویے کو توڑا گیا۔

ب۔داخلی دیوار۔اس کے بعض حصوں کو اس طرح سے توڑا گیا:

ا۔مشرقی وشمالی جانب میں واقع پوری دیوار توڑی گئی۔

۲۔جنوبی دیوار کا ایک حصہ توڑا گیا، جو مشرق کی طرف واقع ہے۔

۳۔مغربی جانب کا ایک حصہ توڑا گیا، جو شمالی جانب واقع ہے۔

۴۔جنوبی ومغربی جانب میں باقی بچی دیوار کے اوپری حصے کو تقریباً دو اعشاریہ تیس (۲٫۳۰) میٹر تک توڑا گیا۔

تعمیری مرحلہ: ا۔دونوں دیواریں: ا۔پہلے جن پتھروں سے تعمیر کیا گیا دوبارہ ان ہی پتھروں کو تعمیر نو کے لئے استعمال کیا گیا۔

ب۔مشرقی جانب میں واقع دونوں دیواروں کے درمیان جو فاصلہ تھا اسے بند کیا گیا۔

ج۔جنوبی جانب میں واقع دونوں دیواروں کے درمیان جو فاصلہ تھا اسے بھی بند کیا گیا۔

ھ۔شمالی جانب میں واقع دیوار کے ثلث حصے کو ذرا الگ کیا گیا تا کہ ستون آسانی سے داخل ہو سکے۔

و۔از سر نو حجرہ نبوی کے نچلے حصے کو سنگ مرمر سے بنایا گیا۔

۲۔چھت:

ا۔سن ایک ہجری میں نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضرت عائشہؓ کا گھر بھی تعمیر فرمایا جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی تھی۔

ب۔سن اٹھاسی (۸۸) ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مٹی سے بنی دیواروں کو توڑ کر کالے پتھروں سے دوبارہ تعمیر کی، اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنی چھت کی جگہ لکڑیوں کی چھت بنائی۔

۳۔گنبد: ا۔سن چھ سو اٹہتر (۶۷۸) ہجری میں شاہ قلاوون صالحی نے ایک لکڑی کا بڑا گنبد تعمیر کیا۔

ب۔سن آٹھ سو اکاسی (۸۸۱) ہجری میں شاہ قایتبای نے اس گنبد کی مرمت کی۔

ج۔سن آٹھ سو چھیاسی (۸۸۶) ہجری میں آگ لگنے سے یہ گنبد بھی جل گیا۔

د۔سن آٹھ سو ستاسی (۸۸۷) ہجری میں شاہ قایتبای نے اسے دوبارہ نئے سرے سے بنایا۔

ب۔سن بارہ سو اٹھائیس (۱۲۲۸) ہجری میں سلطان محمود ثانی نے اس کی مرمت کی۔

ج۔سن بارہ سو تینتیس (۱۲۳۳) ہجری میں سلطان محمود ثانی نے گنبد کے اوپری حصے کو توڑ کر از سر نو تعمیر کیا، اور اسے نیلے رنگ سے رنگ دیا۔

د۔سن بارہ سوترپن (۱۲۵۳) ہجری میں سلطان محمود ثانی نے پورے گنبد کو سبز رنگ سے رنگ دیا۔

اس گنبد کے نیچے یہ مکانات شامل ہیں:

ا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا گھر اور آنگن کا بیشتر حصہ

ب۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر

ج۔ریاض الجنۃ کا تقریباً تین میٹر

د۔مغربی سمت میں واقع آنگن کا تقریبا تین میٹر

گیارہواں مرحلہ:

آگ لگنے کے بعد سن آٹھ سو چھاسی (۸۸۶) ہجری میں ملک قایتبای نے دوبارہ مرمت کرائی، اور حجرہ کی ساری دیواروں کو سنگ مرمر سے بنا دیا۔

ان تینوں دیواروں کے بعد الگ سے ایک حاجز قائم کیا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

ا۔سن چھ سو اڑسٹھ (۶۶۸) ہجری میں شاہ ظاہر بیرس نے ان تینوں دیواروں کے ارد گرد لکڑی سے بنی ساڑھے تین میٹر کی ایک دیوار قائم کی۔

۲۔سن چھ سو چورانوے (۶۹۴) ہجری میں شاہ عادل زین الدین نے اس لکڑی کی دیوار کے علاوہ ایک اور لکڑی کی دیوار بنا دی۔

۳۔سن آٹھ سو چھاسی (۸۸۶) ہجری میں مسجد نبوی میں آگ لگی جس کی وجہ سے وہ دنوں لکڑی کی دیواریں نظر آتش ہوگئیں، چنانچہ شاہ قایتبای نے جنوبی جانب (جہاں سے آج کل لوگ سلام عرض کرتے ہیں) تانبے سے بنا ایک حاجز قائم کیا، اور باقی جہات میں لوہے سے بنے حاجز کو سبز رنگ سے رنگا کر نصب کیا۔

۴۔تیرہویں صدی ہجری میں سلطان عبدالمجید خان نے سن بارہ سو پینسٹھ (۱۲۶۵) ہجری تا بارہ سو ستہتر (۱۲۷۷) ہجری کے درمیان مسجد نبوی کی توسیع کا کام کرایا، اور اس دوران حجرہ نبوی کی جنوبی سمت میں لگے تانبے کے حاجز کو ازسرنو نصب کیا جو آج بھی موجود ہے۔

بروقت جنوبی وشمالی سمت میں جو حواجز لگے ہوئے ہیں ان کے درمیان اور قبر نبوی کے درمیان فاصلہ کچھ اس طرح ہے:

ا۔جنوبی سمت سے سلام پیش کرنے والے اور قبر نبوی کے درمیان کل (سات ۷) میٹر کا فاصلہ ہے۔

ب۔شمالی سمت میں نماز پڑھنے والے اور قبر نبوی کے درمیان کل سترہ (۱۷) میٹر کا فاصلہ ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ وہ اس جگہ سے قبر نبوی کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کا یہ مقصد کسی بھی صورت میں پورا نہ ہوگا کیونکہ اس کے درمیان اور قبر نبوی کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہے، ساتھ ہی متعدد دیواریں بھی قائم ہیں۔

اور اس طریق پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی: اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ (مسند احمد (ح:۷۳۵۸) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھیں: صحیح مشکاۃ المصابیح (ح:۷۵۰)

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی ﷺ کی قبر بالآخر مسجد کے اندر ہی تو ہے؟

اولاً: ہر وہ مسجد جس میں قبر ہو دو حال سے خالی نہیں۔

ا۔یا تو قبر کی خاطر مسجد تعمیر کی گئی ہو۔

ب۔مسجد کے لئے قبر داخل کی گئی ہو۔

جس مسجد میں بھی قبر ہے وہ ان دونوں صفتوں سے خالی نہیں ہوسکتی ہے۔

اور حق یہ ہے کہ نہ قبر کی خاطر مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے، اور نہ مسجد کے لئے قبر داخل کی جاسکتی ہے۔

بنا بریں مسجد اور قبر دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین اسلام میں مسجد اور قبر (ایک ساتھ) جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔ (زاد المعاد (۵۰۱/۳)

ثانیا: موجودہ صورت میں مسجد نبوی سے متصل قبر نبوی کے پائے جانے سے یہ امر لوگوں کے درمیان مشتبہ ہو گیا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے:

ا۔مسجد نبوی کی توسیع کے وقت حجرہ نبوی کو شامل کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے قبر بھی شامل ہوگئی، کیونکہ مسجد نبوی توقیفی ہے اور قبر نبوی بھی توقیفی ہے، دونوں کو اس جگہ سے ہٹایا نہیں جاسکتا ہے۔

گویا قبر نبوی کو مسجد نبوی میں شامل کرنے کا اصلا قصد ہی نہیں کیا گیا تھا۔

ب۔صرف حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شامل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ دیگر امہات المؤمنین کے حجرے بھی شامل کئے گئے تھے لہٰذا اس سے بھی واضح ہے کہ صرف حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص طور پر شامل کرنے کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

ج۔امہات المؤمنین کے حجروں کو شامل کرنے کے پیچھے قبر نبوی کو شامل کرنے کا اصلاً قصد ہی نہیں کیا گیا، بلکہ ان حجروں کو مسجد نبوی کی توسیع کی غرض سے شامل کیا گیا۔

ثالثاً: مسجد کی یہ توسیع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ہوئی۔

ا۔اس زمانے میں مدینہ منورہ میں کوئی صحابی موجود نہ تھے۔

ب۔بعض تابعین نے اس پر سخت نکیر کی۔

ج۔سلف وخلف کے ہر دور میں قبر نبوی کی مشرقی جانب توسیع کا کام اس خوف سے انجام نہیں دیا گیا کہ کہیں قبر مسجد کے اندر نہ آجائے۔

اور یہی وجہ ہے کہ شاہ عبداللہ پروجیکٹ کے تحت مسجد نبوی کے جنوبی سمت اور قبر نبوی کی مشرقی جانب کو توسیع میں شامل نہیں کیا گیا۔ (دیکھیں: شرح کتاب التوحید لسندی ص: ۴۲۶-۴۲۸)

نوٹ: یہ تاریخی معلومات مسجد نبوی کے امام وخطیب ڈاکٹر عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ کی کتاب ”المدینۃ المنورہ، فضائلھا، والمسجد النبوی، والحجرۃ النبویۃ“ سے مستفاد ہیں۔ ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

ہجرت اور سنہ ہجری کا آغاز

مولانا ابوالکلام آزادؒ

قومی زندگی کی بنیادی اینٹ: اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل ودماغ میں قومی شرف وخودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انھیں بیان نہ کرسکیں۔ جب حضرت عمرؓ نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج ومستعمل تھے لیکن ان کی طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف وخود داری کے خلاف تھا۔ بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینی تھا۔

قومی زندگی کے بنیادی مقدمات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال وعروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور وعروج کی ایک جاری وقایم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں، لیکن یہ نہیں مٹ سکتی، کیونکہ سورج کے طلوع وغروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا۔

سنہ اپنا ضروری تھا: ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہوجاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ وتعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کرسکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی وتمدنی چیزیں قبول کرلینے کے ان کا سنہ قبول نہ کرسکے۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ اور ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعے پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، ان کے حساب وکتاب کے قواعد قبول کرلئے، ان کے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں ایک اینٹ تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا کردی تھی، اسے یہی کرنا تھا۔

متاخرین کی تعلیل وتوجیہ: افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال وخط کھوچکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اسی عہد کی دماغی آب وہوا کا مخلوق ہوتا ہے اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اسی رنگ وروغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب وہوا مہیا کرسکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہ کرامؓ کے عہد پر ختم ہوگیا اور اس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر وقلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب وہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو ونما پاچکی تھی اس لئے ان مصنفوں نے جب اس عہد کے حالات پر قلم اٹھایا تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق ومزاج پیدا کرکے اس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہر گوشے تک اس معاملے کے اثرات پہنچے، حتی کہ فقہ واحکام تک کا گوشہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لے کر آخری عہد تدوین کتب کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات ومعاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں اور ان کی تعبیر نیز الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں تو تم انگلی رکھ کر بتلاسکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات وصورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں۔

ایک مثال: بطور مثال کے اسی واقعے پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے۔ ولم یحب التاریخات القدیمة یعنی حضرت عمرؓ ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کررہے تھے مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور یہ معاملہ ان کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق ومیلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کردیں۔ واقعے کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی۔ نئے نئے معنی پہنانے لگے میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

''نسی'' اور ''کبیسہ'' علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا (یعنی دورہ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لیے چند سال کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی) جس طرح کہ تقویم گریگوری

میں ہر چوتھے سال ایک دن کی بیشی کردی گئی ہے، چونکہ اسلام نے ''نسی'' سے روکا تھا اور کبیسہ پر ''نسی'' کا شبہ ہوسکتا تھا اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔

مورخ موصوف کو یہ دوراز کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت واہمیت کے لئے ان کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی اور چونکہ کوئی اور معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار ''نسی'' کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے، حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں اول تو یہ ان روایات کے خلاف ہے جو اوپر گزر چکیں کیونکہ ان میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہے، نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً ''نسی''، مصطلحہ جاہلیۃ اور ''کبیسہ''، مصطلحہ حساب قطعا دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس ''نسی'' کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا۔ وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کردیتا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار دیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال وطاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہوجاتے تھے اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار دیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال وطاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہوجاتے تھے اور ان کے تقرر وتعین کی اہمیت ومصلحت باقی نہیں رہتی تھی، لیکن ''کبیسہ'' بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اس کا مقصد دوسرا ہے اور اس کے اجزاء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اس کا کوئی اثر اس طرح کا مترتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہے اسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کردیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ بن جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حضرت عمرؓ اور اکابر صحابہؓ ''نسی'' کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی ''نسی'' سمجھ لیتے یا انھیں کبیسہ پر ''نسی'' کا شبہ ہوسکتا۔

حافظ سیوطیؒ کا نظریہ: یہ نویں صدی کی ابتدا تھی لیکن سو برس کے بعد یعنی ہزارویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے تقویم وسنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لیے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے انھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کرکے اس کے رواج وقبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو، بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ کجا کفار کے طور طریقے سے اجتناب کا معاملہ اور کجا یہ معاملہ جو حساب وکتاب کے ایک علمی اصول وقواعد کا معاملہ ہے۔ حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کردی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ واستفادہ جائزہ نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ بے شمار معاملات میں ایران وروم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا یہ بھی واقعہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع وتشبیہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، ان کا محل دوسرا ہے، اس معاملے سے اسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص: اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہر حال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دور دراز توجیہ کے اختیار کیے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عمرؓ اور اکابر صحابہؓ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سند ضروری ہے اور اس لیے چاہیے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے، اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطہ نظر واقعہ ہجرت کا اختصاص ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ سنہ کی ابتدا قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہوسکتی تھیں ان میں سے کسی چیز کی طرف ان کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرت نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لیے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی۔ نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل وفتح کا آخری اعلان تھا، لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرت مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہے، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہے، نہ کسی غلبہ وتسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اس زمانے کی یاد تازہ کرتا ہے جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز واقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ رات کی تاریکی میں، رہ سپار دشت غربت ہوا تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے، لیکن وہ ان کی تقلید پر آمادہ نہ ہوسکے اور انھوں نے بالکل ایک دوسری راہ اختیار کی۔

دنیا کے قومی سنین: قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج واقبال کی تاریخ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اس کا دور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور ازسرنو شروع ہوتا ہے۔ اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے سب کی بنیاد کسی ایسے واقعے پر نظر آتی ہے۔ جس سے کسی قومی فتح واقبال کا آغاز ہوا ہے۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہے یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ وتسلط سے۔ اس لئے دنیا کے

اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر واکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہے۔ ’’بیرونی‘‘ نے ’’آثار الباقیہ‘‘ نامی کتاب صرف سنین وتواریخ کے موضوع پر لکھی ہے اور اس درجہ کی لکھی ہے کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔ وہ دنیا کے تمام سنین کا استقصا کر کے لکھتا ہے۔

’’قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت ومذاہب کی پیدائش ، پادشاہوں کی تخت نشینی ، انبیاء کی بعثت ، ملکوں کی فتح وتسخیر ، سلطنت کے انقلاب اور حوادث عظیمہ ارضیہ سے تواریخ سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں۔‘‘

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور ومستعمل رہے ہیں۔ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعے سے ہوتی ہے۔بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعے پر سنہ کی بنیاد رکھی تھی، کیونکہ اسی واقعے سے ان کی قومی آزادی کا دور شروع ہوتا تھا اس لئے اس کی یادآوری کے جذبے نے تاریخ وسنہ کی صورت اختیار کرلی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہے، جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع کردیا تھا۔ مسیحی سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے یعنی اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعے پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پاگئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے مخصوص کئے تھے مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعے پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہے، بکر ماجیتی سنہ ہے اور یہ راجا بکر ماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر پادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں نے ہی بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرمانروائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرت عمرؓ کا تردد: ان روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہوچکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیّب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علیؓ سے مشورہ کیا تو ان کی رائے یہ ہوئی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے۔ یہ بات آپ کے دل میں اتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہوگئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ عہد تاریخ کے بارے میں حسب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اس پر متفق ہوگئے کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کی جائے فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الہجرت ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے پر اچھی طرح غور وفکر کیا گیا تھا اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے، جو ظہور اسلام کی اصل بنیاد ہے اس لئے حضرت عمرؓ کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا، لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اس میں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اس پر انشراح نہیں ہوتا تھا، متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دل میں بیٹھی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی کہ فوراً حضرت عمرؓ کے دل میں اتر گئی اور تمام اکابر صحابہ بھی اس پر متفق ہوگئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہوگئی۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ کا)

مقامی وضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ کے زیر اہتمام اصلاحی پروگرام کا انعقاد:

صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کی زیرنگرانی اور مقامی جمعیت وضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ کے زیر اہتمام مسجد اہل حدیث قاضی پاڑہ میں بتاریخ ۲۳ جولائی ۳۲۰۲ء بروز اتوار یک روزہ دعوتی واصلاحی پروگرام زیر صدارت ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال مولانا ذکی احمد مدنی حفظہ اللہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا، یہ پروگرام دونشستوں پر مشتمل تھا پہلی نشست کا آغاز بعد نماز مغرب جامعہ الہدی الاسلامیہ کے طالب علم شیخ عبداللہ کی تلاوت سے ہوا، طالب نعمت اللہ نے نعت نبی ﷺ پیش کی، اس کے بعد اس نشست کے پہلے مقرر مولانا خوشحال مدنی نے ’’صحابہ کرام امت اسلامیہ کے لیے نمونہ کے‘‘ موضوع پر خطاب کیا۔اس کے بعد جوائنٹ ناظم شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا ومضافات مولانا اعزاز الرحمٰن مدنی نے شہادت حسین کے موضوع پر خطاب کیا۔

دوسری نشست بعد نماز عشا منعقد ہوئی جس میں نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ مولانا محمد عالمگیر تابش تیمی نے ’’ماہ محرم قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں‘‘ کے موضوع پر خطاب کیا۔ پھر صدر مجلس ناظم اعلی صوبائی جمعیت مولانا ذکی احمد مدنی حفظہ اللہ نے اپنا کلیدی اور مختصر صدارتی خطاب کیا جس میں انھوں نے کہا کہ دعوتی امور کی انجام دہی عذاب الہی سے نجات کا ذریعہ ہے، اگر معاشرہ برائی میں مبتلا ہو اور نیک لوگ اس کی اصلاح نہیں کرتے ہیں، ہمارے گھروں میں بگاڑ ہو اور ہم اس کی اصلاح نہ کریں تو اللہ کا عمومی عذاب آئے گا۔اخیر میں امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث جناب محمد اشفاق حسین خان نے تمام علما، عوام اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجلس کے اختتام کا اعلان کیا (مولانا عالمگیر تابش تیمی نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اللہ تعالیٰ نے تاکیداً مکمل اطاعت رسول کا حکم فرمایا ہے

مولانا غازی عزیر

رسول اللہ ﷺ کی معلم شریعت کی حیثیت کے پیش نظر ہی قرآن کریم میں تقریباً چالیس مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کا ذکر مختلف انداز سے آیا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ رسالت کا اصل منشا و مقصود ہی اطاعت رسول ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴) ''اور ہم نے تمام رسولوں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بہ حکم الٰہی ان کی اطاعت کی جائے۔''

اور (۲) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران:۳۲) ''(اے محمد) کہہ دیجئے کہ تم لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ لوگ پیٹھ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں: ''اہل تاویل کا (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول) کے معانی کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کا حکم ہے،'' بعض دوسرے علماء کا قول ہے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی زندگی میں اطاعت رسول کا حکم ہے۔'' لیکن اس بارہ میں یہ کہنا زیادہ صواب ہے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے رسول کی زندگی میں امرونہی کے متعلق اس کی اطاعت کا اور اس کی وفات کے بعد اس کی سنت کی اتباع کا حکم ہے۔'' چونکہ یہ حکم کسی ایک حال کے لئے خاص نہیں ہے لہٰذا عموم پر ہی باقی رہے گا حتی کہ کوئی لائق تسلیم چیز اس کی تخصیص کردے۔'' (تفسیر الطبری ۴/ ۱۴۷، وکذا فی مقدمہ تحفۃ الاحوذی مبارکفوری ص ۲۲)

۳-نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (النساء:۷۹-۸۰) ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی شہادت کے لئے اللہ کافی ہے، جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو پیٹھ پھیرے ہم نے آپ کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔''

یہی بات بعض احادیث میں یوں مروی ہے:

۱-من اطاعنی فقد أطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله (صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۱۱۱)

۲-من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى (نفس مصدر ۱۳/ ۲۴۹)

۳-فاذا نهيتكم عن شئي فاجتنبوه واذا أمرتكم بشئي فأتوا منه مااستطعتم (نفس مصدر ۱۳/ ۲۵۱)

یہ تینوں احادیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہی بات ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

والداعي محمد ﷺ فمن أطاع محمدا ﷺ فقد أطاع الله ومن عصى محمدا ﷺ فقد عصى الله (نفس مصدر ۱۳/ ۲۴۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''من اطاعني فقد اطاع الله'' کی شرح میں لکھتے ہیں: ''یہ قول اللہ تعالیٰ کے ارشاد: من يطع الرسول فقد اطاع الله سے منتزع ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اسی بات کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے لہٰذا اگر میں نے کسی کو کوئی حکم دیا اور اس نے اس حکم کے مطابق عمل کیا تو گویا اس نے میرے حکم سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی۔ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری اطاعت کا حکم دیا ہے پس جس نے میری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کے حکم الٰہی کی اطاعت کی۔ اسی طرح کا معاملہ معصیت میں بھی ہے''۔ (فتح الباری لابن حجر ۱۳/ ۱۱۲)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ اور رسول حضرت محمد ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ جس نے ان کی (رسول اللہ کی) اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ آپ کا ارشاد نراوحی ہوتا ہے جو کہ آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۳۸، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۲)

اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیت میں (بصراحت) مذکور ہے کہ اطاعت رسول بعینہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے شرف، علوشان، ارتفاع مرتبہ اور قدر و منزلت کا اعلان بھی ہے کہ جس تک کسی کی رسائی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف اسی بات کا حکم دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہوتا ہے۔ اور صرف اسی بات سے روکتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہوتا ہے۔ اگر آں ﷺ کا بیان

موجود نہ ہوتا تو ہم کتاب اللہ سے کسی بھی فریضہ مثلاً حج، نماز، زکاۃ اور روزہ کو نہ جان پاتے کہ ان کو کس طرح ادا کرنا ہے۔''

حضرت حسنؓ کا قول ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنایا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں پر حجت قائم کی'' جیسا کہ علامہ نواب صدیق حسن خاںؒ نے اپنی تفسیر ''فتح البیان فی مقاصد القرآن'' میں ذکر فرمایا ہے۔'' (مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص۲۲)

اور فرمایا: يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء:۵۹)

''اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور اپنے اولی الامر (یعنی مسلمانوں کے امور کے نگراں) کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز کے متعلق باہم جھگڑ بیٹھو تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ یہی بہتر صورت اور خوشتر نتیجہ والی ہے۔''

علامہ طبریؒ اس آیت کے لفظ ''والرسول'' کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

''اگر تم کتاب اللہ میں اس کے علم کی کوئی راہ نہ پاؤ تو اگر رسول اللہ ﷺ بحیات ہوں تو ان کی طرف معاملہ کو لوٹا کر اس کی معرفت حاصل کرو اور اگر وفات پا چکے ہوں تو ان کی سنت سے معرفت اور رہنمائی حاصل کرو۔'' (تفسیر الطبری ۴/۱۵۰، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص:۲۲)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''فردوہ الی اللہ والرسول'' کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، اگر تم جانتے ہو تو (اس کی طرف اس متنازعہ مسئلہ کو لوٹاؤ) لیکن اگر تم نہیں جانتے کہ (اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے) تو اگر تم رسول اللہ تک پہنچو تو ان سے دریافت کر لو یا پھر تم میں سے جو کوئی ان تک پہنچے (وہ دریافت کر لے) کیونکہ آپ کے فیصلہ کے بعد یہ فرض ہے کہ تم میں کوئی تنازعہ باقی نہ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب:۳۶) اور جو تنازعہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اٹھ کھڑا ہو تو اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پھر اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کی طرف لوٹایا جائے۔'' (الرسالۃ للامام الشافعی، ص:۸۰)

علامہ طیبیؒ کا قول ہے: ''واطیعو الرسول'' میں فعل کا اعادہ دراصل استقلال الرسول بالطاعہ کی طرف اشارہ ہے اولی الامر کے متعلق فعل کا اعادہ نہ ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں چیزیں پائی جاتی ہیں جن کی اطاعت واجب نہیں ہے''۔ (فتح الباری ۱۳/۱۱۱-۱۱۲)

حافظ ابن عبدالبر نے میمون بن مہران (۱۱۰ھ) سے روایت کی ہے کہ ''ان **الرد الی اللہ ھو الرد الی کتابہ والرد الی الرسول ھو الرد الیہ ما کان حیا فاذا مات فالرد الی سنتہ** (جامع بیان العلم ۲/۱۹۰) ''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانا اس کی کتاب (قرآن) کی طرف لوٹانا ہے اور رسول کی طرف لوٹانا، اگر وہ زندہ ہوں تو ان کی طرف رجوع کرنا ہے اور اگر وفات پا چکے ہوں تو ان کی سنت کی طرف لوٹانا ہے۔''

امام ابن حزم اندلسیؒ (۴۵۶ھ) آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ یہاں ''رد'' سے مراد قرآن اور رسول اللہ ﷺ سے مروی خبر کی طرف رجوع کرنا ہے، کیونکہ تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ یہ خطاب ہماری طرف اور روز قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جن اور انسانوں سب کی طرف ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کے لوگوں اور ان کے بعد آنے والوں کی طرف تھا۔ اگر کوئی ہیجان زدہ یا شر انگیز یہ کہے کہ یہ خطاب (ہم سے نہیں) صرف ان لوگوں سے ہے جن کی رسول اللہ ﷺ ملاقات ممکن تھی تو کیا اس کا یہ شغب و ہیجان اللہ عزوجل کے بارے میں بھی ممکن اور درست ہو سکتا ہے؟ دریں حال کہ کسی شخص کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ پس یہ ظن و گمان باطل ہوا، اور ہماری یہ بات درست ہوئی کہ مذکورہ ''رد'' سے مراد کلام اللہ تعالیٰ یعنی قرآن اور اس کے نبی ﷺ کے کلام کی طرف رجوع کرنا ہے، جو کہ ہم تک جیلاً بعد جیل منقول ہے۔'' (الاحکام فی اصول الاحکام ص۸۷)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس آیت کے تحت ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''اس آیت میں بدون أولی الامر، رسول اللہ ﷺ کی طرف معاملہ کو لوٹانے میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ اس طرح درحقیقت مطاع اللہ تعالیٰ ہی ہے کیوں کہ یہ بات معروف ہے کہ جن دو چیزوں کا ہمیں مکلّف ٹھہرایا گیا ہے وہ قرآن و سنت ہیں۔ پس اللہ کی اطاعت کرو جس کے بارے میں تمہارے لئے قرآن میں نص موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو جس بارے میں انہوں نے تمہارے لئے قرآن سے توضیح فرمائی ہے اور اپنی سنت سے جو تمہارے اوپر نص قائم کی ہے۔ یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اس بارے میں جس کا کہ تم کو اس وحی کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے، جس کی تلاوت بھی عبادت ہے اور رسول کی اطاعت کرو اس بارے میں جس کا تم کو اس وحی کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے جو کہ قرآن نہیں ہے۔'' (فتح الباری لابن حجرؒ ۱۳/۱۱۱۱، مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص:۲۲)

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: ان الرد الی الله هو الرد الی کتابه والرد الی الرسول هو الرد الی سنته بعد موته (الموافقات للشاطبی ۴/۱۰)

”یعنی اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد اس کی کتاب (قرآن) کی طرف رجوع کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔“

۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال:۴۶) ”اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

۶۔ اور فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (المائدہ:۹۲)

”اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور احتیاط کرتے رہو، اگر کہیں تم نے پیٹھ پھیر لی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف کھلی ہوئی تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔“

امام شاطبیؒ آیت وأطیعوا الله وأطیعوا الرسول کے تحت رقمطراز ہیں:

”اس آیت میں اطاعت رسول کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مقرون کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت یہ ہے کہ جن باتوں کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا اور جن چیزوں سے منع کیا (ان کو تسلیم کیا جائے) اور اطاعت رسول یہ ہے کہ جن چیزوں کا آپ نے حکم دیا اور جن چیزوں سے آپ نے روکا اور وہ قرآن میں مذکور نہیں ہیں (انہیں بھی تسلیم کیا جائے)۔ اگر وہ چیزیں قرآن میں ہی مذکور ہوتیں تو انکا ماننا اطاعت رسول نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کہلاتا۔“ (الموافقات للشاطبی ۴/۱۰)

۷۔ مزید فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:۳۱)

”آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو جو اس کی محبت کا مدعی ہے یہ حکم دیا ہے کہ محمد ﷺ کی اتباع کرے۔ اللہ تعالیٰ کی اتباع کا اس وقت تک کوئی معنی نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال، افعال واحوال اور ہدی کی مکمل اتباع نہ کی جائے اور آپ کے تمام اقوال، افعال، احوال اور ہدی ہی تو احادیث نبوی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص احادیث نبوی کی اتباع نہیں کرتا اور نہ ہی ان پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے اپنے دعوی میں کاذب ہے اور جو اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ پر اس کے ایمان کا دعوی بھی جھوٹا ہے۔“ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص:۲۱-۲۲)

۸۔ اور ارشاد ہوتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۳۶) ”جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مؤمن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے اپنے معاملہ میں کسی طرح کے اختیار استعمال کرنے کا حق باقی نہیں رہ جاتا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلم کھلا گمراہی میں جا پڑا۔“

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”یہ آیت تمام امور کے لئے عام ہے اور (اس میں یہ حکم مذکور ہے کہ) جب اللہ اور اس کا رسول کسی چیز کا فیصلہ نہ کر دیں تو کسی کے لئے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی کو وہاں کوئی اختیار باقی رہتا ہے، نہ رائے کا اور نہ قول کا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اور ایک حدیث میں ہے: والذی نفسی بیده لایؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به“ یعنی ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس بارے میں مخالفت انتہائی شدید (نتائج کی حامل ہے) چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا یعنی ”جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔“ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے فرماتا ہے: فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص:۲۳-۲۴)

۹۔ اور فرمایا: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵) ”پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ کبھی ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروائیں پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر اسے تسلیم کر لیں۔“

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے کریم ومقدس نفس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ بلاشبہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اس کے تمام معاملات میں فیصلہ فرمائیں، پھر جو وہ فیصلہ فرما دیں وہ حق

ہے جس کو ظاہری و باطنی ہر طرح تسلیم کرنا اور نافذ کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی اگر تمہارا فیصلہ رسول اللہ ﷺ فرمادیں تو تم اپنے باطن میں بھی اس کی اطاعت کرو اور اپنے دلوں میں اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پاؤ بلکہ ظاہر و باطن ہر طرح اسے نافذ کرو اور اس کو بغیر ممانعت و مدافعت اور اختلاف کے پوری طرح قبول کرو۔'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۰، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص: ۲۴)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اور فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الحجرات: ۱) ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے خود کو نہ بڑھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں: ''......علی بن طلحہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لا تقدموا بين يدي الله ورسوله سے مراد یہ ہے کہ "لا تقولوا خلاف الكتاب والسنة یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول کے خلاف کچھ نہ کہو۔ اور عوفی نے ان سے روایت کی ہے کہ "نهـــوا أن يتكلموا بين يدي كلامه" یعنی: آپ کے کلام کے آگے بڑھ کر کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، مجاہد کا قول ہے: "لا تفتاتوا على رسول الله ﷺ بشئى حتى يقضى الله تعالى على لسانه" اور ضحاکؒ کا قول ہے: "لا تقضوا أمرا دون الله ورسوله من شرائع دينكم اور سفیان ثوری کا قول ہے: "لا تقدموا بين يدي الله ورسوله بقول ولا فعل" یعنی قول و فعل سے خود کو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھاؤ۔'' (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص: ۲۳)

۱۱۔ اور فرمایا: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور: ۶۳) ''تم اپنے درمیان رسول کو ایسے نہ پکارو جیسے تم میں سے ایک شخص دوسرے کو پکارتا ہے۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو چھپ کر کھسکتے ہیں پس جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کوئی مصیبت ان کو آدبوچے یا دردناک عذاب ان کو آلے۔''

امام شاطبیؒ فليحذر الذين يخالفون عن أمره" کے تحت فرماتے ہیں:
"عد مخالفة أمره خروجا عن الايمان فالكتاب شهد السنة بالاعتبار (الموافقات: ۴/ ۱۰)

آں رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''اختص الرسول ﷺ بشئى يطاع فيه

'' (نفس مصدر ۴/ ۱۰)

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس آیت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا امت میں سے کسی اور کے بلانے جیسا نہیں ہے بلکہ یہ تمام مخلوق کی دعوات کے مقابلہ میں عظیم ترین خطرات کا حامل اور انتہائی جلیل القدر ہے۔ لہٰذا اگر آپ نے کسی کو بلایا تو اس پر اجابت لازم ہے۔ بلاشبہ نبی ﷺ نے اس کے علاوہ بھی متعدد جگہ اپنی امت کو کتاب اللہ اور اپنی سنت کے ساتھ تمسک کی دعوت دی ہے۔ پس پوری امت پر فرض ہے کہ آپ کی دعوت و پکار کا جواب دیں اور استجابت سے ہاتھ پر ہاتھ نہ دھرے بیٹھے رہیں۔ جب تک امہات الکتب (صحاح ستہ وغیرہ) میں احادیث باقی رہیں گی اور قیامت کی گھڑی آنے تک دنیا میں قرآن باقی رہے گا اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی یہ دعوت بھی باقی رہے گی۔ امت میں سے کوئی بھی فرد کسی عصر اور کسی خطہ میں علماء کے درمیان ان کتب کے موجود ہونے تک اس دعوت کی اجابت سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا الخ'' (مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص: ۲۳)

۱۲۔ اور فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (النور: ۶۲) ''مومن تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں نہیں جاتے۔''

اس آیت کے تحت امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''پس اگر اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لوازم میں سے اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ اگر لوگ آپ کے ساتھ ہوں تو آپ کی اجازت کے بغیر کسی مسلک و مذہب کو اختیار نہ کریں لہٰذا ایمان کے لوازم میں سے اس بات کا لازمی ہونا زیادہ اولی ہے کہ جب تک آں ﷺ کی اجازت شامل نہ ہو لوگ کسی کے قول یا مذہب علمی کی طرف التفات نہ کریں اور ظاہر ہے کہ آپ کی اجازت آپ کے ذریعہ آنے والی سنت سے بدلالت ہی معلوم ہوسکتی ہے۔'' (اعلام الموقعین ۱/ ۵۸)

۱۳۔ اور فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (الانفال: ۲۴) ''اے مؤمنو! تم اللہ اور رسول کی بات کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو ایسی چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں حیات نو عطا کرنے والی ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور یہ بھی جان لو کہ تم سب کو اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری محدثؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''اس آیت

میں مومنوں کواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی استجابت کا حکم ہے اور یہ حکم وجوب کے لئے ہے۔ یہاں اللہ اوررسول کی استجابت کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اورجن سے روکا گیا ہےان سب کوقبول کیا جائے اوران کے مقتضی کے مطابق عمل کیا جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے امت کے حاضر وغائب سب لوگوں کوتمسک بالثقلین (یعنی کتاب وسنت) اوران دونوں اصل کومضبوطی کے ساتھ تھامنے کی دعوت دی ہے۔''(مقدمہ تحفۃ الاحوذی،ص:۲۳)

۱۴۔اورفرمایا:وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (النساء:۱۳۔۱۴)

''اورجوشخص اللہ کی اوراس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہے گا یہ بہت بڑی کامرانی ہے اور جوشخص اللہ کی اوراس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اوراللہ کی مقررہ حدود سے آگے بڑھے گا وہ اسے آگ میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اوراس کے لئے رسواکن عذاب ہے۔''

۱۵۔اورفرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء:۶۰۔۶۱)''(اے محمد!) کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جودعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پربھی ایمان لے آئے جوآپ پرنازل ہوئی اوراس پربھی جوآپ سے پہلے نازل کی گئی وہ چاہتے یہ ہیں کہ (اپنے مقدمات میں) طاغوت سے فیصلہ کرائیں حالانکہ انہیں اس کے انکار کاحکم دیا گیا ہے، شیطان تو چاہتا ہی ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ چیز کی طرف اوررسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کودیکھیں گے کہ وہ آپ سے پہلوتہی کرتے ہیں۔''

۱۶۔اورفرمایا:اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور:۵۱۔۵۲)''اور جب مومنوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے انہیں اللہ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہےتوان کا قول تو یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان گئے۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جوشخص اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اوراللہ سے ڈرتا ہے اوراس کا تقویٰ (دل میں) رکھتا ہے تو ایسے لوگ ہی کامران ہیں۔''

۱۷۔اورفرمایا:وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر:۷)''اوررسول تمہیں جوکچھ بھی دیں اسے لےلواورجس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ اوراللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزادینے والا ہے۔''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''حق بات یہ ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ سے آنے والی ہر چیز کے بارے میں عام ہے خواہ وہ امرونہی سے متعلق ہو یا قول وفعل سے اوراگرچہ اس کا کوئی خاص سبب ہی ہو، پس خصوص سبب کانہیں بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہوگا۔اورشریعت کی جو چیز بھی ان سے ہم تک پہنچی ہے وہ ہم کوآپ نے ہی دی ہے تبھی تو ہم تک پہنچ سکی ہے۔ پس یہ آیت کریمہ اس بارے میں صریح نص ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوکرہم تک آئی ہے اورآپ کے جواحکام وغیرہ ہم تک پہنچے ہیں سب برابر ہیں خواہ وہ کتاب یعنی قرآن مجید میں مذکورہوں یا سنت یعنی محکم اورثابت احادیث نبویہ میں۔ ہمارے لئے ان سب پرعمل کرنا اوران کا امتثال واجب ہے۔اسی طرح ہم کو کتاب یا سنت میں جن ممنوع اورکھلی منکرات سے روکا گیا ہے ہم پران چیزوں سے اجتناب کرنا اوران سے کنارہ کش ہوجانا واجب ہے اوروہ تمام دینی امور جوہم کورسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملے ہیں، وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی جانے والی وحی کے مطابق ہی ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) (النجم:۳۔۴)

۱۸۔اورفرمایا:قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النور:۵۴)''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرواوررسول کی اطاعت کرو، پھر اگرتم لوگ روگردانی کروگے توسمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اورتمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اوراگرتم نے ان کی اطاعت کرلی توراہ راست پر جالگوگے اوررسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچادینا ہے۔''

۱۹۔اورفرمایا:لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)''تمہارے لئے اللہ کے رسول کے اندر بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔''

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''هذه الآية الكريمة أصل كبير في التأسي برسول الله ﷺ في أقواله وأفعاله وأحواله الخ'' (کمافی مقدمۃ تحفۃ الاحوذی ص۲۴)

آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو قطعی اور کلی طور پر رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں ،لیکن ہم بخوف طوالت صرف انہی چند مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس بحث کو امام شافعیؒ کے مندرجہ ذیل اقتباس کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ ''باب ما أمر الله من طاعة رسول الله'' کے زیر عنوان فرماتے ہیں: ''اللہ جل ثناؤہ کا ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح:۱۰) یعنی ''جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (فی الواقع) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ اس کو بڑا اجر دے گا۔ اور فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰) یعنی ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

ان آیات میں لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے، اسی طرح ان کا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵) یعنی ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو تنازعہ واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروائیں پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:۶۳) یعنی ''تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں سے ایک شخص دوسرے کو بلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں سے کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ اور فرمایا: وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور:۴۸۔۵۲)

یعنی ''اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے اور اگر ان کا حق ہو تو سرتسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں مرض ہے؟ یا یہ شک میں پڑے ہیں؟ یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ برسرظلم ہوتے ہیں مسلمانوں کا قول تو جب کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اس کو مان لیا اور ایسے لوگ ہی فلاح پائیں گے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے پس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتایا ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جانا اللہ کے فیصلہ کی طرف بلایا جانا ہے کیونکہ ان کے درمیان حاکم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اگر انہوں نے رسول اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا تو گویا انہوں نے بافتراض اللہ، اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتایا ہے کہ رسول اللہ کا حکم بمعنی افتراض حکم خود اس کا حکم ہے....

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اپنے رسول کی اطاعت کے التزام کا حکم دیا ہے اور ان کو یہ اطلاع دی ہے کہ یہ دراصل اسی کی اطاعت ہے پس ''اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ علم بخشا ہے کہ ان پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اتباع فرض ہے، اس کے رسول کی اطاعت اسی کی اطاعت ہے اور یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف اسی جل ثناؤہ کے حکم کی اتباع فرض ہے۔'' (الرسالۃ ص:۸۲۔۸۵ ملخصا)

پس معلوم ہوا کہ کامل اتباع واطاعت رسول کا نام ہی ''شریعت'' ہے۔

(ماخوذ: فتنۂ انکار حدیث کا ایک نیا روپ)

ماہ صفر سے متعلق ۱۵/ مفید نکات

تحریر: محمد صالح المنجد

ترجمہ: مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

۱۔ ماہ صفر ہجری تقویم کے مطابق محرم کے بعد دوسرا مہینہ ہے۔

۲۔ ماہ صفر کی وجہ تسمیہ: اس ماہ میں مشرکین مکہ اپنے گھروں کو خالی کر کے قتال اور اسفار وغیرہ کے لیے نکل جاتے تھے، جیسے کہا جاتا ہے: ''صَفِرَ المکان'' جگہ خالی کرنے کے معنی میں ہے [لسان العرب: ۴/۴۶۲، تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۴۶]

۳۔ عرب کے یہاں ماہ صفر سے متعلق دو بڑے منکر پائے جاتے تھے:

۱۔ اس مہینے کو آگے پیچھے کر کے اس سے کھیلنا، یعنی محرم کو صفر بنا دیتے تھے، اس طرح کر کے محرم میں قتال وجدال وغیرہ جائز قرار دیتے تھے، اسی کو ''نسی'' کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے: إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ [التوبہ: ۳۷] ''امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرتا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔ تاکہ ادب کے مہینوں کو جو خدا نے مقرر کیے ہیں گنتی پوری کر لیں۔ اور جو خدا نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے بھلے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

۲۔ اس مہینے سے نحوست لینا: مشرکین عرب کا اس مہینے سے متعلق مذموم عقیدہ پایا جاتا تھا جسے اسلام نے باطل قرار دیا۔

۴۔ ماہ صفر کے دنوں اور راتوں سے نحوست لینا جائز نہیں ہے، یہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہے، جسے اسلام نے باطل قرار دیا ہے، حدیث میں ہے: لا عدوی ولا طیرة، ولا هامة ولا صفر (صحيح البخاري: كتاب الطب، باب الجذام: ۵۷۰۷، صحيح مسلم: كتاب: السلام، باب: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر: ۲۲۲۰) بیماری کا متعدی ہونا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں (ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے)۔

لاعدوی: اس میں اہل جاہلیت کے عقیدہ کی نفی کی گئی ہے، جو یہ سمجھتے تھے کہ بیماری اللہ کی تقدیر کے بغیر از خود متعدی ہوتی ہے۔

ولا طیرہ: نحوست لینے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ولا ہامۃ: ایک پرندہ جو رات میں اڑتا ہے، لوگ اس سے نحوست لیتے تھے، بعض علماء کا قول ہے کہ اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح یا ہڈیاں الو بن جاتی ہیں (یعنی الو پرندے کی شکل میں پرواز کرتی ہیں)

۵۔ نبی کا فرمان: لَا صَفَرَ: اس سے صحیح قول کی بنیاد پر صفر کا معروف مہینہ مراد ہے، جس سے جاہلیت میں عرب کے لوگ بدشگونی ونحوست لیتے تھے تو نبی ﷺ نے اسے باطل قرار دیا تو اس سے اس مہینے کے منحوس ہونے کی نفی مراد ہے، یعنی اس میں کوئی نحوست نہیں ہے بلکہ یہ مہینہ بھی دیگر اوقات کی طرح ہے جس میں خیر وشر دونوں مقدر کیا جاتا ہے [دیکھیں: لطائف المعارف لابن رجب: ۷۴، القول المفيد لابن عثیمین: ۱/۵۶۵]

۶۔ اس ماہ میں شادی بیاہ، سفر کرنا، کوئی کام کرنے یا نہ کرنے اور شخصی امور کی انجام دہی کو منحوس سمجھنا یا اس مہینہ سے نحوست لیتے ہوئے اس مہینے کے اختتام پر تقریبات کا انعقاد کرنا اور کھانا و شیرینی تقسیم کرنا یہ سب ممنوع بدشگونی کی قسم سے ہے۔

۷۔ ماہ صفر دیگر اللہ کے مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے، نہ خیر کا مہینہ ہے اور نہ شر کا، بلکہ دوسرے دنوں اور مہینوں کی طرح اس میں خیر اور شر دونوں پیش آتے ہیں، اس میں مہینہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اللہ کی تقدیر کے بغیر کوئی چیز پیش نہیں آتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ [التوبہ: ۵۱] ''کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو خدا نے ہمارے لیے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے، اور مومنوں کو خدا ہی کا بھروسہ رکھنا چاہیے''۔

۸۔ حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں: کسی وقت اور زمانے سے خصوصی طور پر نحوست لینا جیسے ماہ صفر وغیرہ سے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ سارا زمانہ اللہ کی تخلیق ہے اور اس میں بنو آدم کے اعمال پیش آتے ہیں، لہٰذا ہر وہ زمانہ جسے مومن اللہ کی اطاعت میں مشغول رکھے تو وہ اس کے لیے مبارک زمانہ ہے اور ہر وہ زمانہ جسے بندہ اللہ کی نافرمانی میں مشغول رکھے تو وہ اس کے لیے منحوس ہے، تو نحوست دراصل اللہ کی نافرمانی ہے، کیوں کہ نافرمانی اللہ عزوجل کو ناراض کرتی ہے اور جب اللہ بندے سے ناراض ہوتا ہے تو وہ بندہ دنیا وآخرت میں ناکام ہوتا ہے اور جب وہ بندے سے راضی ہوتا ہے تو بندہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتا ہے [لطائف المعارف: ۷۵، باختصار]

۹۔ بدشگونی اور نحوست یہ وہ شرک ہے جو توحید کی حقیقت اور کمال کے منافی

ہے،حدیث میں ہے:عن عبداللہ بن مسعود، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الطيرة شرك، الطيرة شرك، ثلاثا، وما منا الا، ولكن الله يذهبه بالتوكل (سنن أبي داؤد: كتاب الطب، باب في الطيرة: ۳۹۱۰، سنن ابن ماجة، كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفأل ويكره الطيرة: ۳۵۳۸صحيح) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو وہم ہو ہی جاتا ہے لیکن اللہ اس کو توکل سے دور فرما دیتا ہے۔

کیوں کہ بدشگونی لینے والا جس سے بدشگونی لیتا ہے اسے نفع اور نقصان کا مالک سمجھتا ہے اور یہ شرک ہے، اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر بدشگونی لے تو اسے ایسا مشرک شمار نہیں کیا جائے گا جو دین اسلام سے خارج کردے، بلکہ وہ اس اعتبار سے مشرک ہوگا کہ اس نے ایسے سبب پر اعتماد کیا جس کو اللہ نے سبب نہیں بنایا اور یہ عقیدہ اللہ پر توکل اور عزیمت کو کمزور کرتا ہے۔

قاعدہ ہے جس نے ایسے سبب پر اعتماد کیا جس کو شریعت نے سبب نہیں بنایا ہے تو وہ شرک اصغر کا مرتکب ہوگا اور یہ اللہ کے ساتھ شرک کی ایک قسم ہے، اگر یہ سبب شرعی ہے تو تشریع میں، اور اگر سبب کونی ہے تو تقدیر میں، لیکن اگر نحوست اور بدشگونی لینے والا یہ عقیدہ رکھے کہ یہ سبب اللہ کے بغیر بذات خود موثر ہے (انجام دے سکتا ہے) تو وہ شرک اکبر کا مرتکب کہلائے گا، اس لیے کہ اس نے تخلیق اور ایجاد میں اللہ کے ساتھ شریک بنایا[القول المفید:۱/۵۷۵، بتصرف یسیر]

۱۰۔ ماہ صفر کے نحوست کے باطل ہونے کے دلائل میں اس مہینے میں بہت سارے حوادث اور عظیم فتوحات کا پیش آنا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔صفر کے مہینے میں رسول کا مکہ سے مدینہ کے لیے ہجرت کرنا اور ربیع الاول میں مدینہ آنا (بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ہجرت کے لیے ربیع الاول میں نکلے تھے)۔

۲۔غزوہ ابواء صفر سن ۲ ہجری میں پیش آیا اور یہ پہلا غزوہ ہے۔

۳۔فتح خیبر صفر سن ۷ ہجری (بعض نے کہا: جمادی الاولی سن ۷ ہجری)۔

۴۔روم کے مقابلہ میں نبیؐ نے لشکر اسامہ روانہ کیا، اواخر صفر سن ۱۱ ہجری، اپنی وفات سے چند دن پہلے۔

۵۔فتح مدائن صفر سن ۱۶ ہجری، اس نے سقوط فارس کی اطلاع دی۔

۱۱۔ ماہ صفر کا آخری بدھ (چہارشنبہ) باقی دنوں کی طرح ہے، اس دن کوئی مخصوص عبادت، دعا اور ذکر جائز نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ اس عقیدے سے مخصوص اعمال انجام دیتے ہیں کہ اس دن میں کوئی بڑی آفت نازل ہوتی ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جو اس دن صدقہ وخیرات کرے گا یا نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس بلاء وآفت سے اسے محفوظ رکھے گا۔

جیسے: اس دن چاشت کے وقت نفل نماز پڑھنا اس دن کی آفت سے حفاظت کے لیے، یا بعض آیات لکھ کر اسے برتنوں میں رکھنا اور اسے پینا اور اس سے تبرک حاصل کرنا شر کو ختم کرنے کے لیے، تو یہ ساری چیزیں بدعت ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے، فاسد عقائد ہیں [دیکھیں: فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ:۲/۶۹۴، والسنن والمبتدعات للقشیری:۱۳۷]

۱۲۔صفر کے مہینے میں خیر، کامیابی، توفیق اور مدد حاصل ہونے کا عقیدہ رکھنا: یہ بدعت کا مقابلہ بدعت سے، نہ یہ خیر کا مہینہ ہے اور نہ شر کا۔

۱۳۔بعض لوگ اس مہینہ کے نام کے ساتھ صفر الخیر لکھتے ہیں (نحوست کے مقابلہ میں) تو یہ بدعت کا علاج بدعت سے اور جہالت کا جواب جہالت سے دینے کے باب سے ہے، کیوں کہ یہ نہ خیر کا مہینہ ہے اور نہ شر کا۔

اور بعض لوگ ''صفر الخیر'' نیک فال کے طور پر لکھتے ہیں، نحوست کے عقیدہ کی تردید کے لیے، یہ سب جہالت اور بدعقیدگی ہے، اس لیے الو کی آواز سن کر خیراً ان شاء اللہ کہنے کو بعض سلف ناپسند کرتے تھے، نہ اسے خیر کہا جائے گا اور نہ شر، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بقیہ پرندوں کی طرح آواز کر رہا ہے [دیکھیں: فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/۱۱۴، القول المفید:۱/۵۶۷، معجم المناهي اللفظية للشيخ بكر بن عبدالله ابوزيد:۳۳۱]

۱۴۔ ہر وہ حدیث جس میں مستقبل میں کسی مخصوص تاریخ میں جیسے صفر یا کسی دوسرے مہینہ میں مخصوص واقعات وحوادث کے پیش آنے کا تذکرہ ہو تو وہ جھوٹی حدیث ہے، جیسا کہ امام ابن القیم نے یہ اصول مقرر کیا ہے[المنار المنیف:۳۶]

۱۵۔سوشل میڈیا وغیرہ پر احادیث کی صحت کی تحقیق سے پہلے احادیث نشر کرنے میں تساہل سے ہوشیار رہیں، کیوں کہ نبی کی حدیث ہے: ومن كذب على معتمدا فليتبوا مقعده من النار (صحيح البخاري: كتاب: العلم، باب اثم من كذب على النبي اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ دوسری حدیث ہے: كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع (صحيح مسلم: المقدمة : باب النهي عن الحديث بكل ماسمع: ۵) آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

چلتی ٹرین میں اے ایس آئی اور تین مسافروں کے بہیمانہ قتل اور ہریانہ میں فرقہ وارانہ فساد کی مذمت اور عوام خواص سے امن وشانتی بنائے رکھنے کی اپیل

دہلی: ۲/اگست ۲۰۲۳ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک بیان میں آر پی ایف کانسٹیبل کے ذریعہ چلتی ٹرین میں سینئر اے ایس آئی اور تین باریش مسلمانوں کو شناخت کر کے بہیمانہ قتل کیے جانے کو مذموم وافسوس ناک قرار دیتے ہوئے اسے بعض میڈیا اور شر پسند عناصر کے ذریعہ برسوں سے چلائی جارہی نفرتی مہم کا شاخسانہ قرار دیا ہے اور حکومت سے اپیل کی گئی ہے کہ ملک ومعاشرہ میں مذہب اور نسل کی بنیاد پر اس طرح منافرت پھیلانے والے اور فتنہ فساد کی کاشت کرنے والے عناصر پر سخت قدغن لگائے تاکہ ملک کی روایتی فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور امن وشانتی برقرار رہے اور اس طرح کے مذموم واقعات دوبارہ رونما نہ ہوں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری بیان میں ہریانہ کے مختلف مقامات پر ہوئے فرقہ وارانہ فساد اور اس کے نتیجے میں حکومتی وعوامی املاک کی تباہی اور بے گناہوں کی ہلاکت پر بھی گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ شر پسند عناصر کے خلاف بلا امتیاز ایکشن لے اور فتنہ کی آبیاری کرنے والوں کی شناخت کر کے قرار واقعی سزا دے۔

پریس ریلیز میں عوام وخواص سے اپیل کی گئی کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں بہر حال امن وشانتی بنائے رکھیں اور کسی بھی طرح کی افواہ اور گمراہ کن پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں۔ قانون کو کسی بھی صورت میں ہاتھ میں نہ لیں اور مٹھی بھر شر پسند عناصر کی نفرت آمیز سرگرمیوں اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو بگاڑنے والوں کی مذموم کوششوں کو ناکام بنا کر مثالی شہری ہونے اور قوم وملک کی سچی خدمت کا ثبوت دیں۔

جامعۃ الفلاح اور جامعۃ المفلحات حیدر آباد، تلنگانہ کے صدر محسن و مخیرّ جماعت جناب محمد بن شریف یمانی صاحب کے جواں سال چھوٹے داماد کے انتقال پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی: ۳/اگست ۲۰۲۳ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے جامعۃ الفلاح اور جامعۃ المفلحات حیدر آباد، تلنگانہ کے صدر محسن ومخیرّ جماعت جناب محمد بن شریف یمانی صاحب کے چھوٹے داماد اور جامعۃ الفلاح اور جامعۃ المفلحات حیدر آباد کے اکاؤنٹنٹ جناب ناصر بن حسین شرعابی صاحب کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو جماعت وملت کا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مرحوم ناصر بن حسین شرعابی صاحب نہایت خلیق وملنسار، پابند صوم وصلاۃ، شریف وسنجیدہ، کم گو وخوش مزاج اور ہر دلعزیز تھے۔ سماجی اور رفاہی کاموں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ حیدر آباد کے سفر میں جب بھی ملاقات ہوتی تھی وہ بڑی محبت، احترام اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ میرے مخلص وعزیز بھائی ومیز بان محمد یمانی صاحب جو طبعا بڑے مہمان نواز واقع ہوئے ہیں کے گھر کے بغل میں ہی ان کا اور ان کے ہم زلف کا مکان ہے، جب یمانی صاحب کے یہاں مہمانوں کی کثرت ہوتی تو ان کے گھروں میں بھی کئی کئی دنوں تک قیام ہوتا تھا جس سے وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ گذشتہ ایک ہفتہ سے علیل تھے اور سر میں شدید درد تھا۔ کافی علاج ومعالجہ کے باوجود افاقہ نہیں ہوا اور کل دوپہر بعمر ۴۲ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے جنازے کی نماز کل ہی بعد نماز عشاء مسجد شریفین، صلالہ بارکس، حیدرآباد میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ پسماندگان میں اہلیہ، دولڑکے، ایک لڑکی، والدہ اور دو بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، دینی، تعلیمی اور سماجی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، بھائی محمد بن شریف الیمانی اور ان کی چھوٹی صاحبزادی سمیت جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

جماعتی خبریں

امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کی ملی تنظیموں کے ساتھ امن وانصاف کانفرنس احمدآباد گجرات میں شرکت اور خطاب: مورخہ ۳۰؍جولائی ۲۰۲۳ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے ملی تنظیموں کے ساتھ امن وانصاف کانفرنس احمد آباد گجرات میں شرکت کی اور خطاب کیا اور بعدازاں جناب حافظ عابد شفیع ڈچ صاحب کنوینز ایڈھاک کمیٹی صوبائی جمعیت اہل حدیث گجرات وغیرہ کی معیت میں احمد آباد، نڑیاد اور جمبوسر کا مختصر دورہ کیا احباب سے ملاقاتیں کیں اور خطاب فرمایا۔ (ادارہ)

امیر محترم کا دورۂ ممبئی: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے ماہ اگست کے اوائل میں اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں زیر تعمیر عظیم الشان عمارت کی چھت کی ڈھلائی کے لئے احباب جماعت کے تعاون کے حصول کی غرض سے ممبئی کا احباب جماعت کے ساتھ دورہ کیا اور احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں۔ خطاب فرمایا اور مومن پورہ کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کی مجلس عاملہ کی میٹنگ اختتام پذیر: صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کی مجلس عاملہ کی میٹنگ زیر صدارت امیر صوبائی جمعیت مولانا شمیم اختر ندوی بتاریخ جون ۲۰۲۳ء بروز اتوار الہدی کیمپس میں منعقد ہوئی جس کا آغاز شرف الہدی متعلم جامعۃ الہدی کولکاتہ کی تلاوت سے ہوا، بعدہ ناظم عمومی صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال مولانا ذکی احمد مدنی نے تمام امراونظما اور اراکین مجلس عاملہ کا پرتپاک استقبال کیا، پھر دعوت الی اللہ اور جمعیت وجماعت سے منسلک افراد کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ دعوتی میدان میں ہمارے اوپر دوطرح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک ہے انفرادی ذمہ داری اور دوسری اجتماعی ذمہ داری، انفرادی ذمہ داری کا تعلق اپنے اہل وعیال، والدین، بھائی بہن اور رشتہ داروں سے ہے جہاں تک اجتماعی ذمہ داری کی بات ہے تو اس کا تعلق ملک، قوم اور سماج سے ہے اور ان سب کے بارے میں ہم بحیثیت فرد وجماعت جواب دہ اور مسؤل ہیں۔

اس کے بعد نائب ناظم صوبائی جمعیت مولانا وحید الزمان تیمی نے گزشتہ کاروائی کی خواندگی کی اور گزشتہ میٹنگ میں پاس تجاویز کی یاددہانی کرائی، ناظم عمومی کی ایما پر انھوں نے صوبائی جمعیت کی گزشتہ ایک سال کی دعوتی، اصلاحی اور رفاہی کاموں کی اجمالی رپورٹ پیش کی، جس میں انھوں نے صوبہ کے مختلف ضلعوں کولکاتا، ہوڑہ، ہگلی، اتر چوبیس پرگنہ، دکھن چوبیس پرگنہ، ندیا، پرولیا، پوربا بردوان، پچھم بردوان، بیر بھوم، اتر دیناجپور، دکھن دیناجپور اور مرشد آباد وغیرہ کے دعوتی دروس و پروگرام اور کانفرنسوں میں صوبائی جمعیت کی نمائندگی اور شرکت کا اجمالی خاکہ پیش کیا، نیز انھوں نے کہا کہ صوبہ کی طرف سے تمام اضلاع میں ان کے مطالبہ کے مطابق صوبائی جمعیت کے خرچ پر بنگلہ ریاض الصالحین مطبوعہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کثیر تعداد میں تقسیم کی گئی اس کے علاوہ دو ہزار بنگلہ تفسیر، پانچ سو اردو تفسیر اور دو سو بیس ہندی تفسیر کی تقسیم عمل میں آئی، پھر جمعیت کے استحکام پر غور وخوض کیا گیا، ۲۰۲۳ء میں جاری صوبائی توصیہ کی رپورٹ پیش کی گئی، صوبائی مالیت، آمدنی اور اخراجات کی تفصیل پیش کی گئی، مرکزی جمعیت کے سرکولر پر عمل کی رپورٹ دی گئی، مرکزی جمعیت کے سرکولر احصائیات مدارس ومساجد پر عمل کرنے کی اپیل کی گئی، صوبائی جمعیت کے استحکام کے لیے ہر ضلع سے سالانہ تعاون کی اپیل کی گئی، بنگلہ مجلّہ ترجمان جو ایک سال سے شائع ہو رہا ہے، اس کی طباعت ونشر کے اخراجات پر مشورہ کیا گیا، اخیر میں صدر محترم مولانا شمیم اختر ندوی صاحب اپنے صدارتی کلمات سے نوازا جس میں انھوں نے دعوتی کاز کی فضیلت، اچھے اخلاق کی تعلیم، نماز کی پابندی اور قوم وملت کی فکر کرنے پر زور ڈالا، اسی کے ساتھ مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔ اللہ تعالی سب کو اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق بخشے اور سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ (مولانا ذکی احمد مدنی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال)

شہری ومقامی جمعیت کو لوٹولہ کولکاتہ کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام کا انعقاد: صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کی زیر نگرانی اور شہری ومقامی جمعیت کولوٹولہ کولکاتا کے زیر اہتمام بروز اتوار ایک روزہ دعوتی واصلاحی پروگرام ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال مولانا ذکی احمد مدنی حفظہ اللہ کے زیر صدارت بڑی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا، پہلی نشست کا آغاز جامعہ الہدی الاسلامیہ کے شعبہ حفظ کے طالب علم محمد فہد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جبکہ طالب جامعہ افتخار عالم نے نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی، اس کے بعد جوائنٹ سیکرٹری شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا ومضافات مولانا اعزاز الرحمٰن مدنی نے عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت اور اس کے مستحب اعمال پر روشنی ڈالی، پھر نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ مولانا محمد عالمگیر تابش تیمی نے قربانی اور اس کے مسائل کے موضوع پر روشنی ڈالی۔

دوسری نشست بعد نماز عشا شروع ہوئی جس میں ناظم اعلی صوبائی جمعیت مغربی بنگال اور صدر جلسہ مولانا ذکی احمد مدنی حفظہ اللہ نے سیرت ابراہیم علیہ السلام کے روشن پہلو پر مفصل خطاب کیا جس میں انھوں نے کہا کہ سیرت ابراہیم علیہ السلام کا سب سے روشن پہلو توحید ہے جس کی وجہ سے انھیں بہت ساری آزمائشوں سے گزرنا پڑا، سیرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کے اندر حلم و بردباری، صبر وتحمل اور عاجزی وانکساری ہونی چاہیے، اللہ تعالی ہم سبھوں کو سیرت ابراہیم علیہ السلام کے روشن پہلوؤں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (مولانا اعزاز الرحمٰن تیمی جوائنٹ سکریٹری شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتہ ومضافات)

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

چودھواں آل انڈیا ریفریشر کورس

برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین

۱۷-۲۴/ستمبر۲۰۲۳ء بمطابق یکم-۸/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی

دعاۃ ومعلمین اور ائمہ کے لیے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ’’چودہواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین‘‘ کا انعقاد ہونے جا رہا ہے۔ جو مورخہ ۱۷/ستمبر ۲۰۲۳ء سے شروع ہو کر ۲۴/ستمبر ۲۰۲۳ء کو اختتام پذیر ہوگا۔ ان شاءاللہ

امید ہے کہ یہ دورہ تدریبیہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح فوائد سے بھرپور ہوگا۔ جماعت کے مشاہیر اہل علم وتحقیق اور دعاۃ ومربیین ودیگر عصری وقانونی ماہرین مشارکین کو اپنے علمی، تدریسی، دعوتی تجربات سے بہرہ ور فرمائیں گے۔ صوبائی جمعیات اہل حدیث کے امراء ونظماء سے اپیل ہے کہ وہ اپنے اپنے نمائندگان کے نام جلد از جلد ارسال کریں۔ ہر صوبائی جمعیت سے دو نمائندگان مطلوب ہیں۔